المؤسس حبیب الکاملین امام الواصلین امیر ملت حضرت مولانا
الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ
ماہنامہ
انوار الصوفیہ
قصور
1962February
اعلیٰ مدیر
غلام رسول گوہر
مقام اشاعت: کوٹ عثمان خاں قصور ضلع لاہور

انوار الصوفیہ رسائل پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری
نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام 1905 کو شروع کروایا تھا
رسالہ انوار الصوفیہ کی 68 جلدیں مہیا کرنے پر
میں جناب محمد محمود صاحب کو مشکور ہوں
جن کی لسٹ مندرجہ بالا ہے (بختیار حسین جماعتی)

محمد محمود معزوی جماعتي
خلیفہ مجاز شیخ معزالدین خالبی جماعتی
خلیفہ مجاز سائیں محمد حنیف لال بادشاہ مری

1 1960 October
2 1961 July
3 1961 December
4 1962 Feb
5 1962 May
6 1962 October
7 1963 January
8 1963 June
9 1963 September
10 1964 Feb
11 1964 March
12 1965 January
13 1965 May
14 1965 July
15 1966 June
16 1969 Feb
17 1969 December
18 1970 December
19 1971 Feb
20 1971 November
21 1972 May
22 1972 December
23 1973 March
24 1973 March
25 1973 December
26 1975 March
27 1978 Feb
28 1980 July
29 1981 July
30 1982 Feb
31 1982 July
32 1984 April
33 1959 Agust Rizwan
34 1965 March Hanfi
35 1967 April May
36 1968 October November
37 1969 agust
38 1969 March April
39 1970 May June
40 1971 Agust
41 1971 Janu Feb
42 1973 Agust
43 1973 Aril
44 1974 Agust September
45 1975 December
46 1976 March April
47 1979 June july
48 1980 Dec 1981 Janu
49 1980 October NOvember
50 1981 Jantaree
51 1982 1983 Dec Jan
52 1982 March April
53 1982 May June
54 1983 Feb March
55 1983 May June
56 1983 Nov Decemb
57 1984 Jan Feb
58 1984 October Jantare
59 Aaena Khalq e Muhamadi
60 Majmua Hazar Masla

بفیضِ روحانی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سراج الملت والدین مولانا الحاج حافظ علامہ پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رضی اللہ عنہ
بسرپرستی زبدۃ العارفین عالیجناب شمس الملت مولانا الحاج حافظ سید نور حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم علی پوری
بظلِ حمایت زبدۃ العارفین معین الملت مولانا الحاج حافظ پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی علی پوری

انجمن خدام الصوفیہ

کا

دینی، مذہبی، شریعت و طریقت کا علمبردار، صوفیائے کرام کی جان اور علمائے امت کا مرغوبِ قلب رسالہ،

ماہنامہ

انوار الصوفیہ

قصور (پاکستان)

جلد ۵۳ ق ۲ شمارہ ۶

فروری ۱۹۶۲ء

زرِ سالانہ
پاکستان و بھارت سے پانچ روپے
معاونین کرام سے بیس روپے،
سرپرست حضرات سے تیس روپے

فی کاپی
پچاس پیسہ

جن کی چٹ پر سرخ نشان ہو وہ سمجھ لیں کہ اس ماہ پر ہمارا چندہ ختم ہو گیا ہے وہ آئندہ سال کے لئے مبلغ پانچ روپے بذریعہ منی آرڈر فوراً ارسال کر دیں ورنہ ایک ماہ انتظار کے بعد رسالہ بند کر دیا جائے گا

مقامِ اشاعت:- قصور۔ کوٹ عثمان خاں

(مولانا غلام رسول گوہر ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر نے لاہور آرٹ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور سے شائع کیا)

ترتیب

تضمین بر کلامِ حضرتِ قدسی رحمۃ اللہ علیہ

شاعرِ انوار الصوفیہ بلبلِ باغِ مدینہ مولانا صابر براری، ڈرگ روڈ کالونی کراچی

آتشِ عشقِ نبی جب سے ہے سینے میں لگی ٭ روز افزوں ہے مری تشنگی و تشنہ لبی،
عرض کرتا ہوں شب و روز بہ جوشِ قلبی ٭ مرحبا سیّدی مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

سب حسینوں سے حسیں آپ ہیں یا شاہِ امم ٭ آپکے حسن پہ قرباں ہیں خوبانِ حرم
آپ بے مثل حسینوں میں ہیں خالق کی قسم ٭ من بیدل بجمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

عام ہیں تیرے زمانے میں فیوض و برکات ٭ تیرے صدقہ میں مصائب سے ملی سب کو نجات
کام آئے گی سرِ حشر فقط تیری ہی ذات ٭ ماہمہ تشنہ لبانیم توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زحد می گزرد تشنہ لبی

آپ کی شان بیاں کس سے ہو اے سرورِ پاک ٭ آپ ہیں حاکمِ اقلیم و ملیکِ املاک!
آپ کے سر پہ ازل ہی سے ہے تاجِ لولاک ٭ شبِ معراج عروجِ تو گزشت از افلاک!
بہ مقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

اک لگن دل میں لگی رہتی ہے بس آٹھ پہر ٭ دیکھ لوں میں کسی صورت سے جمالِ انور
بہرِ صدّیق و عمرؓ بہرِ غنی و حیدر ٭ چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطّلبی

میں بھی ہوں آپکا مدّاح! رسولِ عربی ٭ بھولے مجھکو نہ ہنگامِ شفاعت طلبی
عرض ہے آپ سے صابر کی یہ اے پیارے نبی ٭ سیّدی انتَ حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

مدیر مسئول

شعبان کا صرف ایک دن باقی تھا، دوسرے روز ماہِ رمضان المبارک کی آمد تھی، حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے اجتماع میں رمضان کی خصوصیات اور اس کے فضائل کو اس طرح بیان فرمایا:-

"لوگو! ماہ رمضان عظمت والا اور برکت والا مہینہ ہے، اس مہینہ کی راتوں میں ایک رات ایسی ہے جو اس کے سوا ہزار مہینوں کی راتوں سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس ماہ کے روزے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں کا قیام تمہاری روحانی ترقیوں کے لئے بہت اچھا ذریعہ بنایا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں نفل کی قسم سے کوئی نیکی کرنے والے کو دوسرے مہینہ میں فرض ادا کرنے والے کے برابر انعام دیا جاتا ہے اور جو اس میں فرض ادا کرتا ہے وہ دوسرے مہینہ میں ستر فرض ادا کرنے کے برابر ثواب حاصل کرتا ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور اس کی جزا جنت ہے، یہ باہمی ہمدردی اور خیر خواہی کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے۔ اس مہینہ میں جو کوئی شخص کسی روزے دار کا روزہ افطار کرائے گا اس کے گناہ بخشدیے جائیں گے۔ اس کی گردن آگ سے آزاد ہو جائیگی۔ اور روزہ دار کے ثواب کے برابر اس کو ثواب دیا جائیگا بغیر اس کے کہ روزے دار کے ثواب سے کچھ کم کیا جائے"۔

لوگوں نے عرض کیا، حضور ہم میں بعض ایسے بھی ہیں جو روزہ کرانے کی استطاعت نہیں رکھتے تو وہ کیا کریں، آپ نے فرمایا:-

"یہ ثواب اس شخص کو بھی حاصل ہوگا جو ایک کھجور یا لسی یا پانی کے صرف ایک گھونٹ سے روزہ افطار کرا دے، اور جو کوئی روزہ دار کا روزہ اس طرح افطار کرائے کہ اس کو سیر کر دے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن میرے حوض سے پانی پلائے گا کہ پھر اس کو جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی"۔

آپ نے فرمایا:- "یہ مہینہ وہ ہے جس کا اول رحمت، درمیان مغفرت اور آخر نار سے آزاد ہونا ہے، جو کوئی اس مہینہ میں اپنے مملوک اور غلام یا خادم یا نوکر سے سخت کام نہیں لے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بخشدیں گے اور دوزخ سے اس کو آزاد کر دیں گے"۔

ایک دوسری حدیث میں جس کے راوی حضرت ابوہریرہ ہیں، ارشاد فرمایا ہے: "یہ مبارک مہینہ ہے اس کے روزے اللہ نے فرض کئے ہیں اس میں آسمانوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور جحیم (دوزخ) کے دروازے

بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور سرکش شیاطین
کو جکڑ دیا جاتا ہے، اس میں ایک رات ایسی ہے جو
ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ جو اس کی خیر سے
محروم رہا، گویا وہ ہر قسم کی خیر سے محروم رہا۔"
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
"قرآن اور روزہ قیامت کے دن بندے کی
شفاعت کریں گے، روزہ کہیگا اے میرے رب!
میں نے اس کو دن کے وقت کھانے اور ہر طرح
کی ہوا و ہوس سے روک رکھا تھا، تو اس کے
حق میں میری شفاعت کو قبول فرما، اور قرآن
کہے گا، میں نے اس کو رات کے وقت سونے
نہیں دیا تھا، یہ جاگ جاگ کر میری تلاوت کرتا
رہا، اے میرے رب! تو اس کے حق میں میری
شفاعت کو قبول کر، اللہ تعالیٰ ان دونوں
کی شفاعت کو قبول کرلے گا۔"
نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے روایت
کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔
"روزے دار کے منہ کی بو، میرے نزدیک
کستوری کی بو سے بدرجہا بہتر ہے۔"
"اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ دار کھانا پینا
محض میرے لئے ہی ترک کرتا ہے، اس لئے روزہ
میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں"
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔
"جنت کے ایک دروازہ کا نام ریان ہے اس
سے صرف روزے داروں کو ہی داخل ہونے کا
حکم ہو گا۔"

آپ نے فرمایا:۔
"روزہ ڈھال ہے، جب تم میں سے کوئی روزے
سے ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ نہ زبان سے
بیہودہ بکے اور نہ اپنے جسم سے کسی گناہ
کے نزدیک جائے۔"
روزے کی اصل حقیقت یہ نہیں کہ وہ صرف اپنے
پیٹ کو کھانے، پینے اور شرمگاہ کو جماع سے بند رکھے،
بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ جملہ اعضاء کو ہر اس چیز سے باز
رکھے جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند نہیں کیا۔ اسی لئے حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔
"بہت سے روزہ داروں کو اپنے روزے
سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ بھی
حاصل نہیں ہوتا۔"
روزے دار کو چاہیئے کہ وہ اپنی آنکھ کو اس چیز کے دیکھنے
سے منع کرے جس کا دیکھنا حرام ہے۔ اور کانوں کو اس
چیز کے سننے سے منع کرے جس کا سننا حرام ہے، اور زبان
کو اس چیز کے بولنے سے منع کرے جس کا بولنا حرام ہے
ایک اور حدیث میں آیا ہے:۔
"پانچ چیزوں سے روزہ جاتا رہتا ہے اور
وہ چیزیں ہیں، جھوٹ، غیبت اور چغلی،
غیر محرم کو دیکھنا اور جھوٹی قسم کھانا۔"
حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ روزے
کے تین درجے ہیں، ایک روزہ عوام کا ہے، وہ پیٹ اور فرج
کا شہوت سے روکنا ہے، ایک روزہ خواص کا ہے اور
وہ جوارح کا معاصی سے روکنا ہے، اور ایک روزہ خواص
الخواص کا ہے اور وہ ہر ماسوائے اللہ کنارہ کش ہونا ہے۔

روزہ و رمضان کی حکمتیں

حکیم الامت مولانا الحاج
مفتی احمد یار خاں
صاحب گجرات

س : روزے میں کیا حکمت ہے' اسلام میں یہ کیوں رکھا گیا ہے کہ ہم اپنی چیز ایک وقت خود نہ کھا پی سکیں؟

ج : پیٹ بھرنے سے نفس قوی ہوتا ہے اور خالی رہنے سے روح میں قوت آتی ہے' روح اور نفس ہمارے گویا دو بازو ہیں، یا انسانی زندگی کے دو پہیے۔ لہٰذا کچھ دن نفس کو غذا دو اور کچھ دن روح کو' نیز روزہ پیٹ کی تمام بیماریوں کا علاج ہے اگر کوئی ہر ماہ میں تین روزے رکھ لیا کرے تو وہ شکمی امراض سے محفوظ رہے گا' نیز روزے سے فقر اور فاقہ کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ اور فقراء کی امداد کو دل چاہتا ہے۔ روزے میں اپنی بندگی اور رب کی ملکیت کا اظہار ہوتا ہے کہ ہم اپنی کسی چیز کے مستقل مالک نہیں۔ گھر میں سب کچھ ہے مگر رب نے روک دیا تو کچھ استعمال نہیں کر سکتے۔ روزے سے بھوک برداشت کرنے کی عادت رہتی ہے کہ اگر کبھی فاقہ در پیش آ جائے تو روزہ دار صبر کر سکے گا۔ روح جسم میں آنے سے پہلے غذا سے محفوظ تھی' لہٰذا گناہ سے بھی بری تھی جسم میں آ کر غذا کی حاجتمند ہوئی' لہٰذا گناہ بھی کرنے لگی۔ اب کچھ وقت اسے بھوکا رکھو تاکہ اسے پہلی حالت یاد رہے اور گناہ سے باز رہے۔

س : روزے میں کیا خصوصیات ہیں جو دیگر عبادات میں نہیں؟

ج : روزے میں چند خصوصیات ہیں۔ اولاً یہ کہ تمام عبادات میں کچھ کرنا ہے اور روزے میں چھوڑنا' یعنی کھانا پینا جماع چھوڑنا' اور رب کے لئے خواہشات چھوڑنا بڑی عبادت ہے۔ دوسرا یہ کہ تمام عبادات میں اطاعت کا غلبہ ہے اور روزے میں عشق کا، کیونکہ اس میں عشاق کے تمام نشان موجود ہیں ؎

عاشقاں را شش نشان ست اے پسر
آہ سرد و رنگ زرد و چشم تر
گر ترا پرسند سہ دیگر کدام !
کم خور و کم گفتن و خفتن حرام !

تیسرے یہ کہ دوسری عبادات خاص حالات میں رہتی ہیں مگر روزہ ہر حالت میں مومن کے ساتھ ہے۔ کیونکہ جاگتے' سوتے کاروبار کرتے' ہر حال میں روزہ منہ میں ہے'۔ چوتھا یہ کہ روزہ شکم سیری کی زکوٰۃ ہے۔ پانچویں یہ کہ دیگر عبادات شکر ہیں اور روزہ صبر اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

س : حدیث قدسی میں ہے: "الصوم لی وانا اجزی بہ"۔ روزہ میرا ہے میں اس کی جزا دوں گا" اس کا کیا مطلب ہے؟ ساری عبادات رب کی ہیں اور وہ ہی جزا دینے والا ہے' پھر روزے کو خاص کر کیوں کہا گیا؟

ج : دو وجہ سے' ایک یہ کہ دیگر عبادات میں ریا ہو سکتی ہے کیونکہ وہ ظاہر ہیں مگر روزے میں ریا کا احتمال نہیں۔ کیونکہ یہ خفیہ چیز ہے۔ اگر کوئی گھر میں کچھ کھائے' اور لوگوں میں روزہ ظاہر کرے' تو کوئی کیا جانے لہٰذا روزہ دار یقیناً رب کے لئے ہی روزہ رکھ سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ قیامت میں ظالم کی دیگر عبادات مظلوم چھین لیں گے مگر روزہ کسی کو نہ دیا جائیگا۔ حکم ہوگا یہ تو میری چیز ہے' کسی کو نہ ملے گی

س : پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ میں اس کی جزا دوں گا؟

ج : اس حدیث کی دو قراتیں ہیں، اُجزِی بہٖ یعنی میں روزہ کی جزا ہوں، تمام عبادات کی جزا جنت اور روزے کی جزا خود خالقِ جنت ہے۔ دوسری اَنا اَجزِی بہٖ یعنی میں روزہ کا خود بدلہ دوں گا۔ دیگر عبادات کے ثواب مقرر ہیں مگر روزے کی جزا کچھ مقرر نہیں فرمائی۔ رب دینے والا، بندہ لینے والا، جس قدر چاہے گا دے گا، کیونکہ روزہ دار عاشق ہے، اور عشق کا ثواب لقاءِ محبوب ہے۔ لقاءِ محبوب کے ساتھ تمام نعمتیں غیر محدود ہیں۔

س : اس ماہِ رمضان کی کیا خصوصیات ہیں جو دیگر مہینوں میں نہیں؟

ج : چند خصوصیات ہیں، قرآن شریف میں صرف رمضان ہی کا نام آیا، کسی اور مہینہ کا نہیں آیا، جیسے جماعت صحابہ میں صرف زید کا نام آیا۔ رمضان - رحمٰن - غفران - قرآن - اور شیطان قریباً ہموزن ہیں۔ یعنی رحمٰن نے رمضان میں قرآن بھیجا تاکہ مومنوں کو غفران ملے اور شیطان کو قید، دیگر مہینوں میں خاص دن یا خاص ساعتیں عبادت کی ہیں بقر عید میں چار دن نویں سے بارھویں تک، محرم میں دسویں، شوال میں پہلی، شعبان میں چودھویں، رجب میں ستائیسویں، مگر رمضان میں ہر ساعت عبادت ہے، کہ صبح سے شام تک روزہ پھر افطار، تراویح، سحری، تلاوت، قرآن غرضیکہ عجیب مبارک ماہ ہے۔ ماہ رمضان گلشنِ اسلام کے لئے موسمِ بہار ہے کہ اس کے آتے ہی مساجد، قرآن، تلاوت، ذکر وغیرہ سب ہی میں رونق آجاتی ہے۔ جنتی کہ اس مہینہ میں جنت بھی آراستہ ہوتی ہے۔ دیگر مہینوں میں ایک یا دو خصوصی عبادات کی جاتی ہیں مگر رمضان میں بے شمار، روزہ، افطار، سحری، تراویح، اعتکاف شب قدر کی عبادات، ادائے زکوٰۃ، عام مسلمانوں کو دوسرے مہینوں کی تاریخیں معلوم نہیں ہوتیں مگر ماہِ رمضان دن گن گن کر گزارا جاتا ہے

س : روزوں کے لئے ماہ رمضان کیوں مقرر ہوا!

ج : اس لئے کہ ماہ رمضان میں قرآن شریف لوح محفوظ سے منتقل ہو کر پہلے آسمان پر آیا، پھر وہاں سے ۲۳ سال میں آہستہ آہستہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا، قرآن رب کی بڑی نعمت ہے، نعمت ملنے پر بطور شکریہ روزے رکھوائے گئے نیز رمضان میں ہر نیکی کا ثواب ستر درجہ ملتا ہے اس لئے اس مہینہ میں روزہ اعتکاف وغیرہ رکھے گئے تاکہ ثواب زیادہ ہو

س : رمضان میں تراویح بیس رکعت کیوں پڑھتے ہیں اور تراویح میں قرآن کیوں پڑھا جاتا ہے؟

ج : اس لئے کہ ہر رمضان میں جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا قرآن شریف سنایا کرتے تھے۔ اور اچھوں کی نقل بھی اچھی ہوتی ہے۔ انسان ہر دن رات میں ۲۰ رکعت فرض واجب پڑھتا ہے۔ ۱۷ فرض تین وتر، رمضان میں ان بیس کی تکمیل کے لئے بیس رکعتیں اور پڑھوائی گئیں، تاکہ اس مبارک مہینہ میں اگر وہ رکعتیں ناقص رہی ہوں تو ان سے کامل ہو جاویں۔ اس ماہ میں عبادت کامل تر چاہیئے۔

س : جب ماہ رمضان ایسا مبارک مہینہ ہے تو اس کے جانے پر عید کیوں منائی جاتی ہے۔ مبارک چیز کے جانے پر غم منانا چاہیئے نہ کہ خوشی؟

ج : یہ خوشی دو وجہ سے ہے ایک تو ماہِ مبارک میں عبادت کی توفیق ملنے کا شکریہ، خدایا تیرا شکر ہے کہ تو نے خیر سے روزے تراویح اعتکاف وغیرہ ادا کرا دیئے، دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو رمضان کے جانے کا بہت صدمہ ہوتا ہے۔ جمعۃ الوداع کو لوگ زار زار روتے ہیں، اس غم کو

[illegible]

ہلکا کرنے کے لیے یہ خوشی رکھ دی۔ تاکہ رنج کا احساس کم ہو۔

س: روزہ دن میں کیوں رکھا جاتا ہے۔ رات کو چاہیئے تھا؟

ج: اس لئے کہ بدنی عبادت میں محنت اور نفس کی مخالفت چاہیئے اسی پر اجر ملتا ہے۔ رات میں انسان ویسے بھی نہیں کھاتا پیتا، اس وقت کھانا چھوڑنا محنت نہیں۔ نیز رات سوتے میں گزرتی ہے۔ عبادت کا احساس نہ ہوتا۔

س: اگر روزے میں تکلیف ضروری ہے۔ تو چاہیئے کہ ہندو مہاتما جوگیوں کی طرح دس پندرہ دن کا رکھا جائے کہ اتنے روز تک افطار نہ ہوا کرے۔ یہ کیا ہر روز شام کو افطار کر لیا۔ رات بھر کھایا پیا۔ دن کو روزہ رکھ لیا؟

ج: جوگیوں کا برت عام انسانوں کی طاقت سے باہر ہے اور جو سادھو وغیرہ ایسا کرتا ہے وہ دین دنیا کا کوئی کام نہیں کرتا۔ جان کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ اسلام کا مقصد یہ ہے کہ یہ عبادت سارے مسلمان ادا کریں اور روزہ میں دوسری عبادات و دیگر کاروبار بھی بند نہ ہوں۔ اور یہ عبادت بھی ادا ہو جائے یہ مقصود اس طریقہ کے سوا اور طریقہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسلام عملی مذہب ہے۔ دیگر مذاہب کے احکام طاق میں رکھنے کیلئے ہیں۔

س: روزے میں بھول چوک معاف ہے بھول سے کھا پی لیا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا مگر نماز میں معاف نہیں۔ اگر کوئی بھول کر نماز میں بول پڑے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ فرق کیا ہے؟

ج: روزے میں بھول چوک زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس میں کوئی یاد دلانے والی چیز موجود نہیں۔ اس لئے یہاں معافی ہے۔ مگر نماز کی ہر حالت قیام، رکوع سجود وغیرہ نماز کو بتا رہی ہے۔ اس لئے اس میں بھول کم واقع ہوتی ہے اور اس میں یہ رعایت نہ کی گئی۔

• قطعات •

از جناب صابر براری صاحب مدظلہ العالی شاعر انوار الصوفیہ

روزہ کا ثواب

ماہِ خدائے پاک ہے موت و حیات کا ثواب
ہے مگر اہلِ صوم کو عفو و نجات کا ثواب
بخششِ روزِ حشر کی صابر اُسے نوید ہے
جس کو خدا عطا کرے صوم و صلوٰۃ کا ثواب

نویدِ رحمت

صابر رمضان میں جو مزا ملتا ہے
ہر نعمتِ دنیا سے سوا ملتا ہے
صائم کو مبارک یہ نویدِ رحمت
اللہ سے روزہ کا صلہ ملتا ہے

بارشِ رحمت

ہے خدائی میں عجب منزلتِ ماہِ صیام
ہر طرف بارشِ رحمت ہے سحر سے تا شام
قلبِ مومن میں ہیں آثار خوشی کے صابر
رکھتے ہیں روزہ مُسرت سے مسلمان تمام

تزکیۂ نفس

ہے عبادت میں عجب طیب و طاہر روزہ
رکھتے ہیں تزکیۂ نفس کی خاطر روزہ
روزہ داروں کی ہے دربارِ خدا میں عزت
فرض ہر مردِ مسلماں پہ ہے صابر روزہ

سحری

روزہ اسلام کا ہے رُکن مسلماں کا سکوں
ہے احادیث میں روزہ کا مفصل مضموں
سحری کھانے کی بھی تاکید نبیؐ نے کی ہے
فرض ہے روزہ تو کھانا ہے سحری کا مسنوں

سُلطانِ زَماں

٭ مولانا قمر صاحب یزدانی پنوانہ ٭

٭

کس شان سے آیا عالم میں ماہِ رمضاں سلطانِ زماں
سبحان اللہ! کیا عظمت ہے، پیغامِ نبیؐ، حکمِ یزداں

آ جاؤ اے روزہ دارو! اے دردِ محبت کے مارو!
بیشک ہے مسیحا یہ رمضاں، ہر درد کا اس میں ہے درماں

ہے دین یہی، اسلام یہی، راحت ہے یہی، آرام یہی
صہبائے عشق کا جام یہی، پی شوق سے بڑھ کے اے ناداں

ہر گل کی ہے خوشبو بھینی بھینی، ہے دل کو لبھاتی رنگینی
ہے رنگِ قدرت آئینی، کیا خوب سجا ہے چمنستاں

مسرور پرندے آتے ہیں نظر، شاداں ہیں چمن کے برگ و شجر
اظہار نہیں کر سکتے مگر سب کرتے ہیں عشرت کا ساماں

ہر مسجد میں زیبائش ہے، ہر محفل میں آرائش ہے
ہر مومن کی یہ خواہش ہے، مل جائے مجھ کو باغِ جناں

اس ماہ میں ہیں مسرور سبھی، ہر محفل اک دنیا ہے نئی
ہر گھر میں خوشی کی دھوم مچی، ہر مسجد ہے آج رشکِ جناں

کیا عظمت ہے، کیا شوکت ہے، دن رات برستی رحمت ہے
آہا! کیا شانِ فضیلت ہے، ہو سکتی نہیں تعریف بیاں

اس وقت کی شان نرالی ہے، ہر ساعت رحمت والی ہے
اس ماہ کا رتبہ عالی ہے، بیشک ہے یہی سلطانِ زماں

آوازۂ رحمتِ عام ہے یہ، مولائے جہاں کا پیام ہے یہ
ہاں چارہ گرِ آلام ہے یہ، مسلم کیلئے ہے راحتِ جاں

در کھل گئے خلدِ اطہر کے، احسان ہیں خالقِ اکبر کے
یہ فیض ہیں ساقیٔ کوثرؐ کے، ہر ہاتھ میں جام ہے جلوہ کناں

پھر ہم پہ بھی چشمِ عنایت ہو، اور دور یہ روح کی کلفت ہو
رمضان وسیلۂ رحمت ہو، بخشش ہو ہماری اے رحماں

مولا! تو ازل سے قائم ہے اور تیرا کرم بھی دائم ہے
آج عاصی قمر بھی صائم ہے، کر اس کی بخشش کا ساماں

از کشاف الحقائق فقیہِ اعظم ابو الخیر محمد نور اللہ صاحب بصیر پوری

حدیث الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

قسط اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

جو شخص صدقِ دل سے کلمۂ پاک مانتا ہے، وہ یقیناً جانتا ہے کہ اللہ رب العلمین کے بھیجے ہوئے سچے اور پیارے رسول محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے (صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل، راہ و رسم (جس کا نام سُنت وحدیث ہے) راہِ نجات کو حاصل کرنے کے لئے آفتابِ ہدایت ہے۔ اور جو شخص اس آفتاب کی نورانی کرنوں سے دُور ہوا وہ کبھی راہِ راست نہیں پا سکتا۔ یہ دعویٰ عین حقیقت اور بالکل بے غبار ہے۔ اس کا ثبوت اتنا مضبوط ہے کہ کسی دلیل کا محتاج نہیں مگر اس ازک زمانے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیشین گوئیوں کے عین مطابق بدعت و بے دینی کی ہزار ہا خطرناک آندھیاں چل رہی ہیں۔ ہر طرف سے گمراہی کے سیلاب آرہے ہیں حتیٰ کہ یہ خطرناک طوفان بھی آگیا ہے کہا گیا کہ صرف قرآن ہی معتبر ہے، وہی قابلِ قبول اور لائقِ عمل ہے ــــ اور حدیث کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی قابلِ قبول اور لائقِ عمل ہے۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

ایسا کہنے والا کوئی ایک فرد نہیں بلکہ باقاعدہ ایک جماعت پیدا ہو گئی ہے جو پوری قوت سے یہ مہم چلا رہی ہے لہٰذا نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنے بھولے بھالے بھائیوں کی حفاظت کریں اور اس ہیبت ناک طوفان سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ اسی بنا پر فقیر سراپا تقصیر اپنے پیارے بھائیوں کے لئے قرآن پاک کی روشنی میں چند دلائل سے واضح کرتا ہے کہ قرآن پاک کی طرح حدیث پاک بھی معتبر اور قابلِ قبول اور لائقِ عمل ہے۔

• دلیلِ اوّل •

اللہ رب العالمین فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۙ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ (سورہ جمعہ پ ۲۸ رکوع ۱)

(ترجمہ) وُہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں۔ اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔ اور ان میں سے اَوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے، اور وہی عزت و حکمت والا ہے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے

ان آیتوں سے واضح ہوا کہ تمام اُمت قرآن پاک سے بالکل بے خبر تھی اور جانتی نہ تھی، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے اور پڑھانے سے ہی اُمت نے قرآن کا قرآن ہونا جانا، حالانکہ حضور کا یہ بتلانا کہ یہ قرآن ہے، یہ حدیث ہے تو روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ حدیث کے ماننے، اور اعتبار سے ہی قرآن کریم کا قرآن ہونا ثابت ہوتا ہے تو جو حدیث کا اعتبار نہ کرے وہ قرآن کا کبھی اعتبار نہیں کر سکتا اور یہ بھی واضح ہوا کہ حضور پاک قرآن کریم کا علم عطا فرماتے ہیں، اس کی تفسیر اور تشریح کرتے ہیں اور یوں نہیں کہ صرف تلاوتِ آیات کر دیں اور سمجھائیں نہ، حالانکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھانے کے بغیر قرآن کریم سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ (چنانچہ آگے دلیل دوم میں اس کی تفصیل آ رہی ہے) اور یہ سمجھانا حضور کے اپنے پیارے پیارے بولوں میں ہے جن کو حدیث کہا جاتا ہے۔ اور جب حدیث کے بغیر قرآن کریم سمجھ نہیں آتا تو اس پر عمل کیسے ہو۔ تو معلوم ہوا کہ حدیث پر عمل کرنے سے قرآن پر عمل ہو سکتا ہے لہٰذا حدیث بھی معتبر ہے۔ اور یہ بھی واضح ہوا کہ حضور اُمت کو پاک کرتے ہیں اور یہ پاک کرنا وعظ و نصیحت سے ہے جو صرف تلاوتِ آیات ہی نہیں بلکہ حضور پاک اپنے اقوال سے بھی وعظ و نصیحت کرتے تھے، ورنہ علیحدہ تزکیہ کا ذکر نہ ہوتا، تو ثابت ہوا کہ حدیث بھی معتبر ہے اور پاکیزہ بنانے والی ہے اور یہ بھی بھی واضح ہوا کہ حضور الکتاب (قرآن کریم) کے علاوہ حکمت بھی تعلیم فرماتے ہیں اور حکمت حدیث ہی ہے۔ کہ قرآن کریم اور حدیث پاک کے علاوہ حضور نے کوئی اور تعلیم دی ہی نہیں، تو بڑی وضاحت سے ثابت ہوا کہ قرآن پاک کی طرح حدیث پاک بھی معتبر ہے۔ ورنہ معاذ اللہ یہ کہنا پڑے گا کہ حضور کی وہ تعلیم جس کے بغیر انسان کھلی گمراہی سے باہر نہیں آ سکتا، اس تعلیم کا کوئی اعتبار نہیں۔ اللہ پناہ دے۔

اور یہ بھی واضح ہوا کہ جس طرح پہلی اُمت حضور سے فیض یاب ہوئی یونہی ان سے پیچھے آنے والی قیامت تک سب حضور سے ہی فیضیاب ہو رہے ہیں! تو صاف صاف معلوم ہوا کہ جس طرح پہلی اُمت کے لئے حدیث کا ماننا ضروری تھا یونہی قیامت تک بعد میں آنے والی اُمت پر ہر زمانہ میں حدیث کا ماننا ضروری ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ جس طرح حضور کی تلاوتِ آیات اور تعلیم کتاب فضل اللہ ہے۔ یہی طرح حضور کا تزکیۂ اُمت اور تعلیم حکمت یعنی حدیث ہے بلاشبہ فضل اللہ ہے۔ اور اس فضل سے وہی قسمت والا نوازا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کی غلامی کے لئے پسند فرما لیتا ہے۔

حضرت ربّ العالمین جلّ وعلا کے اس عظیم احسان، اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان اوصافِ جلیلہ تلاوتِ قرآن پاک، تزکیہ اُمت، تعلیم کتاب و حکمت کا ذکر اور بھی کئی آیتوں میں ہے۔ دیکھو پارہ اوّل رکوع ۱۵، اور پارہ دوم رکوع ۲ اور پارہ چہارم رکوع ۸۔

• دلیل دوم •

پارہ ۲۹ رکوع ۱۷ میں ہے:

ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ، (ترجمہ) پھر بیشک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

قرآن کریم پارہ ۵ رکوع ۱۲ میں ہے:۔
إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ (ترجمہ) اے محبوب! بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے۔ نیز پارہ ۱۴ رکوع ۱۳ میں ہے،
وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ

يَتَفَكَّرُوْنَ ط (ترجمہ) "اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار (کتاب پاک) اتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو، جو ان کی طرف اترا اور کہیں وہ دھیان کریں"۔

پہلی دو آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب پاک کے لئے اپنی کتاب پاک کے معنیٰ اور مطلب دکھائے اور بیان فرما دیئے۔

پھر دوسری اور تیسری آیت سے واضح ہوتا ہے کہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے ان معنوں اور مطلبوں میں سے جو جو امت کے لئے ضروری ہیں بیان فرماتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم کے معنیٰ اور مطلب کس قدر زیادہ ہیں۔ اس کے متعلق خود قرآن کریم سے ہی واضح ہوتا ہے کہ اس میں ذات پاک اور صفات جلال و جمال کا روشن بیان ہے۔ اور تمام مخلوقات کے ذرہ ذرہ کا پورا پورا تفصیل وار علم ہے۔ چنانچہ پارہ ۱۱ رکوع ۹ میں ہے

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (ترجمہ) اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنا لے بے اللہ کے اتارے۔ ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے، اس میں کچھ شک نہیں پروردگار عالم کی طرف سے ہے"۔ اور پارہ ۱۲ رکوع ۶ میں ہے۔ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (ترجمہ) یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے

اور پارہ ۱۴ رکوع ۱۸ میں ہے:۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ، (ترجمہ) "اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو"

اب وہ لوگ جو حدیث پاک کا اعتبار نہیں کرتے بتائیں کہ کیا انہیں ہر چیز کا تفصیلی علم قرآن پاک سے اپنے آپ حاصل ہو جاتا ہے؟ کیا وہ حدیث پاک کی مدد کے بغیر کسی گزشتہ چیز کی تفصیل بتا سکتے ہیں؟ یا آئندہ کی یا ایسی موجودہ چیز کا بیان کر سکتے ہیں جو پوشیدہ ہے؟ کیا انہیں قرآن کریم کی کسی آیت سے ہوائی جہاز، ریل گاڑی، ایٹم بم وغیرہ وغیرہ نو ایجاد شدہ چیزوں کی تفصیل معلوم ہے؟ ہرگز نہیں! حالانکہ حدیثوں میں سب چیزوں کا تفصیلی علم ذکر ہو چکا ہے:۔

مسلم شریف صفحہ ۳۹۰ جلد ۲ میں حضرت حذیفہ سے ہے:

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فما ترک شیئا یکون فی مقام ذالک الی قیام الساعۃ الا حدث بہ حفظہ من حفظہ و نسیہ من نسیہ" یعنی حضور پاک نے ایک مقام میں ہی اس وقت سے قیامت کے قائم ہونے تک تمام چیزوں کا علم بیان کر دیا جسے یاد رہا رہا اور جو بھول گیا بھول گیا۔

اسی صفحہ کی دوسری روایت ابو زید میں ہے:۔

صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا ۔ یعنی ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نماز فجر پڑھا کر منبر پر جلوہ گر ہو کر خطبہ دیتے رہے حتیٰ کہ نماز ظہر کا وقت ہوا تو اتر کر ظہر پڑھا کر خطبہ دیتے رہے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا تو اس دن حضور نے ہمیں تمام ان چیزوں کی جو ہو چکی ہیں یا آئندہ ہونے والی ہیں سب کی خبر دیدی، تو ہمارا (صحابہ کرام کا) زیادہ علم والا وہ ہے جو زیادہ یاد رکھنے والا ہے۔"

بخاری شریف صہ۴۵۳ جلد ا میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے: قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم و اھل النار منازلھم حفظ ذالک من حفظہ ونسیہ من نسیہ' یعنی حضور پاک نے صحابہ کرام میں کھڑے ہو کر ابتداء خلق سے لے کر اس وقت تک بیان فرما دیا کہ بہشتی اپنے مکانوں میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخی اپنے مکانوں میں، یہ بہت بڑا بیان یاد رکھا اس نے جس نے یاد رکھا، اور بھول گیا جو بھول گیا۔"

اس حدیث میں قیامت ہونے سے آئندہ چیزوں کے بیان کی زیادتی بھی ہے کہ بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں اپنے اپنے مکانوں میں اختتام کو پہنچیں گے حالانکہ وہ دن پچاس ہزار سال کا ہو گا۔

حضرت مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہوں تو صرف سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ لاد لوں'

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو اسے قرآن پاک سے ضرور پا لیتا ہوں۔ اس قسم کے بیانات صحابہ کرام، اولیاء عظام اور ائمہ دین سے بکثرت منقول ہیں مگر ان لوگوں کو جو حدیث کی روشنی سے بے نیاز بنتے ہیں اور چیزوں کا علم تو کیا آتا، نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج وغیرہ ارکان و اعمال شرعیہ کا

[illegible]

علم ہی حاصل نہیں ہو سکتا۔ صلوٰۃ کے لغوی معنی کئی ہیں' جن سے ایک دعا ہے۔ صلوٰۃ کا یہ معنیٰ جسے نماز کہتے ہیں' اور رکن اسلام وہ صرف لغت عرب سے معلوم نہیں ہو سکتا یونہی زکوٰۃ کا لغوی معنیٰ شرعی معنیٰ کی وضاحت نہیں کر سکتا اور ایسے ہی صوم و حج۔ ان الفاظ کے وہ معنیٰ جو اللہ تعالٰی کی مراد ہیں ان کا پورا بیان اور وضاحت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی، فعلی، تقریری حدیثوں میں ہی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور دوسری صورت ہے ہی نہیں لہٰذا حضرت رب العالمین جلّ و علا نے قرآن کا بیان اور تشریح و تفسیر اپنے حبیب پاک کے سپرد فرمائی جس کی وضاحت آیات مذکورہ سے ہو رہی ہے۔ صلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ صوم۔ حج اور کئی اور کلمے بھی ہیں جن کے معانی اللہ رب العلمین نے خاص خاص مقرر کر دیئے ہیں اور اپنے پیارے حبیب کے لئے ظاہر کر دیئے ہیں۔ کہ وہ امت کو سمجھا دیں تو اگر کوئی حبیب پاک سے بے نیاز ہو کر خود سوچنے بیٹھے تو کیا سوچ سکتا ہے؟ اس کی ایک عام مثال ہمارے روزمرہ کے معمولات میں ذکر کی جاتی ہے۔ کہ

ایک شخص کو اللہ تعالٰی نے چار لڑکے عطا فرمائے، اس نے غلام رسول، غلام نبی، غلام مصطفٰے، غلام محمد، چار نام مقرر کر کے رکھ دیئے، اب دوسرے لوگ اس کے بتائے بغیر یہ تمیز نہیں کر سکتے کہ غلام رسول اور غلام نبی وغیرہ کون کون ہیں۔ لغوی معنیٰ کے لحاظ سے تو چاروں نام ہم معنی ہیں اور صرف وہی چار لڑکے نہیں بلکہ سارے مسلمان غلامان محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں ہاں اگر وہ شخص جس نے یہ نام مقرر کئے ہیں خود بتا دے کہ میرا یہ لڑکا غلام رسول اور یہ غلام نبی ہے یا کسی اور ایک شخص کو مقرر کر دے کہ میں نے اس کو تفصیل سے نام بتا دیئے ہیں اور لوگ اس سے دریافت کر لیں۔ تو اس دوسرے شخص کا فیصلہ ہی قابل قبول ہو گا۔ اس صورت میں کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم اس کی ہدایت کے

بغیر اپنے آپ ہی لغوی لحاظ سے مقرر کر سکتے ہیں اور یونہی مہذب لوگ اپنے اپنے اوزاروں، ہتھیاروں کے نام مقرر کر لیتے ہیں۔ ان کا علم محض زورِ لغت سے نہیں آ سکتا، اور اس قسم کی صدہا مثالیں ہیں تو جب انسان اپنے جیسے انسان کے مقرر کردہ الفاظ کے معانی اپنے آپ معلوم نہیں کر سکتا تو حضرتِ رب العالمین جل و علا کے مقرر کردہ معانی کیونکر اپنے آپ معلوم کر سکے لہٰذا ہم حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں کہ اللہ رب العلمین نے ہمیں ان کا پاک دریں بتایا ہے۔ پھر چونکہ ہم لوگوں نے حضور کا زمانہ نہیں پایا لہٰذا صحابہ کرام اور آئمہ دین اور علمائے اسلام کے بھی محتاج ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور تعلیم ان واسطوں سے ہم تک پہنچ رہی ہے۔

حضرتِ مولا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں خارجیوں نے بڑا شور برپا کیا تھا۔ اور جس طرح آج کل کے کچھ لوگ قرآن پاک کا بہانہ بنا کر حدیث کو بے اعتبار بتاتے ہیں۔ یونہی وہ خارجی بھی قرآن پاک سے ان الحکم الا للّٰہ (نہیں حکم مگر اللہ کے لئے) پڑھ کر صحابہ کرام کے فیصلوں کو بے اعتبار بتانے لگے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرتِ مولا علی نے کچھ خارجی جمع کئے کہ قرآن پاک سے ہی فیصلہ کرا لیں۔ آپ نے مجمع کے درمیان ایک میز پر قرآن پاک رکھوا لیا، اور بار بار دونوں ہاتھوں میں قرآن پاک لے کر فرمانے لگے: "اے قرآن فیصلہ کر! اے قرآن فیصلہ کر!" وہ خارجی حیران ہو کر کہنے لگے: حضرت! قرآن پاک بولا نہیں کرتا؟ تو آپ نے فرمایا کہ جو تمہارے ساتھ بولتا نہیں یعنی تمہیں اپنے معانی اور مطالب سمجھاتا نہیں اس کا فیصلہ مانگا کرتے ہو، اور جو رازدانِ قرآن بول کر فیصلہ سنائے اس کا مانتے نہیں ہو یعنی تم عجیب نادان ہو علمِ قرآن پاک تو حسبِ قاعدہ حضور پاک اور ان سے صحابہ کرام

نے ہی بیان کرنا ہے۔ آخر قرآن پاک نے ہی حکم فرمایا ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ پارہ ۱۴۔ رکوع ۱

(ترجمہ) تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

اس سے صاف صاف ثابت ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے وارثانِ علوم شرعیہ صحابہ کرام و آئمہ دین اور علماء و محدثین ہی کی تشریح و تفسیر کا اعتبار ہے اور قابلِ قبول ہے۔ تب ہی تو بے علموں کو حکم دیا جاتا ہے کہ علم والوں سے پوچھو، بفضلہٖ تعالیٰ یہ آیتِ پاک بھی ایک واضح دلیل ہے قبولِ اعتبارِ حدیث کی، تو اسے دلیل سوم شمار کیجئے۔

• دلیل چہارم •

قرآن کریم میں ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۔ پ ۵ ع ۱۴

(ترجمہ) اور اللہ نے تم پر کتاب و حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔"

نیز فرمایا: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۔ (ترجمہ) اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ پارہ ۳۰۔ رکوع ۶۔

نیز فرمایا: لَقَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(ترجمہ) بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان" پ ۱۱، رکوع ۵۔

نیز فرمایا: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔

(ترجمہ) اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے" پ ۱۷ ع ۷۔ نیز فرمایا: وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ۔ (ترجمہ)

اور بیشک ضرور تم سیدھی راہ بتاتے ہو' اللہ کی راہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں، سنتے ہو سب کام اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں' پ ۲۵ - رکوع ۶ :

ان آیات سے ثابت ہُوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ظاہر و پوشیدہ علم حاصل ہیں اور ہیں بھی وہ سارے علم صحیح اور پختہ کہ اللہ تعالیٰ کے بڑے فضل سے حاصل ہوئے ہیں اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ حضور ان خداداد علموں میں سے اُمت کو بھی فیض پہنچاتے ہیں اور بخل نہیں کرتے اور ہیں بھی بڑے مہربان، سراپا رحمت، بڑی بھلائی چاہنے والے' ہمارا مشقت میں پڑنا' ان پر گراں ہے تو روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ جن جن چیزوں سے روکتے ہیں وہ سب چیزیں نقصان رساں ہیں اور ہماری مشقت اور دنیا یا آخرت کی تباہی کا سبب ہیں اور ہر وہ کام جس کے کرنے کا حکم دیتے یا ہر وہ غیبی خبر جس کی اطلاع دیتے ہیں اس میں ہمارا فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اگر معاذ اللہ ان کا صحیح علم نہ ہوتا یا ہماری طرح غیب جانتے تو احتمال ہوتا کہ شاید غلط بتا دیا ہو' یا یہ احتمال ہوتا کہ چونکہ غیب کا علم نہیں جانتے لہٰذا صرف اس وقت والوں کے لئے ہی حکم دیا ہو۔ اور اگر سراپا رحمت نہ ہوتے تو احتمال ہوتا کہ شائد کوئی نافع کام نہ بتلایا ہو' یا کسی نافع کام سے روک دیا ہو' مگر جب وہ بفضلہٖ تعالیٰ ذرہ ذرہ کا صحیح علم رکھتے ہیں اور علم غیب بھی جانتے ہیں اور ہیں بھی سراپا رحمت ہی رحمت' بڑی بھلائی چاہنے والے تو ایسا کوئی احتمال قطعاً نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ان کی حدیثوں پر عمل و اعتقاد کرنا فائدہ ہی فائدہ ہے اور صراطِ مستقیم پر چلنا ہے کہ وہ تو ہدایت ہی صراطِ مستقیم کی طرف کرتے ہیں۔ جو اللہ رب العالمین تک پہنچانے والا راستہ ہے۔ اس لئے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں روزانہ پنجگانہ فرض۔ وتر، سنت و نفل میں یہ دُعا کیا کریں کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہ یا اللہ ہمیں سیدھے راستے کی ھدایت پر ثابت قدم رکھ کہ وہ ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تُو نے انعام فرمایا ہے اور اس راستہ سے دُور نہ فرما کہ جو دُور ہیں' وہ راندے ہوئے ہیں ؟

تو بڑی وضاحت سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم اور حدیث پر عمل و اعتقاد نہایت ضروری اور باعث ھدایت و انعام ہے۔ اور قرآن و حدیث دونوں سے یا صرف قرآن کریم سے یا صرف حدیث شریف سے دُور ہو جانا گمراہی اور سبب غضب الٰہی اور دونوں جہانوں کی بربادی اور تباہی ہی ہے۔ اس دُعا اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ کے پڑھنے کا حکم دینا اور ہر مسلمان کا بالاتفاق پڑھنا بجائے خود ایک مستقل دلیل ہے۔ حدیث پاک کے معتبر اور مقبول ہونے کی' لہٰذا اسے دلیل پنجم شمار کیا جائے۔

۰ تنبیہ ۰

صراطِ مستقیم اللہ تعالیٰ کا راستہ بھی ہے' جیسے پہلی آیت میں گذرا' اور ان لوگوں کا راستہ بھی ہے جن پر اللہ کا انعام ہُوا' جیسے اس دُعا میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا راستہ اس طرح ہے کہ اس کا راہی اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لیتا ہے اور اسکی بے مثال خاص نزدیکی سے نوازا جاتا ہے۔ اور انعام یافتہ لوگوں کا راستہ اس طرح ہے کہ وہ اس راستہ پر چلتے ہیں اور اپنے رب جل وعلا کے خصوصی انعامات حاصل کیا کرتے ہیں۔ جیسے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسُول بھی ہیں اور ہمارے رسُول بھی' اللہ تعالیٰ نے ان کو بھیجا ہے تو وہ اس کے رسُول ہیں اور ہماری طرف بھیجا ہے اور ہمیں ان کی پیروی کا حکم دیا ہے تو وہ ہمارے رسُول ہیں' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم قدر حسنہ وجمالہٖ وجودہٖ ونوالہٖ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین :

حضرت ادب سیمابی

صبا مدینے میں جب گزر ہو یہ التجا مجھ سے عاجزانہ
نبی سے میرا سلام کہنا مگر نہایت مؤدبانہ

کبھی وہ ساعت بھی ہوگی یا رب کبھی وہ دیکھیں گے ہم زمانہ
ہمارا سر ہوگا اور ہوگا رسولِ اکرم کا آستانہ

میسر ان کو یہ نعمتیں ہیں جو سوئے طیبہ ہوئے روانہ
حسین موسم حسین لمحے حسین جلوے حسین زمانہ

کھلا یہ ارشادِ اُدن مِنّی سے عقدۂ رازِ عاشقانہ
خدا نے ارض و سما کو تم سے ہے کس قدر عشق والہانہ

نظیر ممکن نہیں تمہاری جواب ممکن نہیں تمہارا
کیا دو عالم میں تم کو پیدا خدا نے بے مثل اور یگانہ

اُسی نے عظمت تمہاری جانی اُسی نے رفعت تمہاری مانی
تمہاری ہستی پہ جس نے ڈالی نگاہ اپنی محققانہ

تمہارے فیض و کرم کے صدقے تمہارے جاہ و حشم کے قرباں
تمہارے در کے بنے سوالی حضور سب خسروِ زمانہ

تمہارے در سے اُٹھیں تو کیونکر کہاں ہے کوئی در اس سے بہتر
تمہارا در ہی تو یا محمد ہے بے ٹھکانوں کا اک ٹھکانہ

تمازتِ آفتابِ محشر کے واسطے روک بن گیا ہے
گناہگاروں کے سر پہ آقا تمہاری رحمت کا شامیانہ

کوئی مدینے میں جا کے کہہ دے بجنابِ محبوبِ کبریا سے
اسیرِ دردِ مفارقت کا سراپا یہ دکھ بھرا فسانہ

غلام کو ہو عطا حضوری دکھا دو وہ بارگاہِ نوری
نہیں ہے اب دل کو تابِ دوری کرم کرو یا شہِ زمانہ

یہ آرزو ہے کہ جب عدم کا سفر ہو درپیش یا الٰہی
تو میرے دل کی زبان پہ صلِّ علیٰ محمد کا ہو ترانہ

عقیدتِ شاہِ بحر و بر کا حقیقتاً فیض ہے یہ ورنہ
ادب تو صوفی نہیں ہے لیکن کلام ہے تیرا صوفیانہ

امام اور مقتدیوں کی اقامت کے وقت، کھڑے ہونے سے متعلق

چند استفسارات

مصباح شکوٰۃ الحق والیقین حضرت الحاج علامہ پیر سید
اختر حسین شاہ صاحب جماعتی مدظلہم العالی علیپوری

اقامت کے متعلق رسالہ "انوار الصوفیہ" میں مابین مولوی عبدالعزیز صاحب مزنگوی و مولانا مولوی غلام رسول صاحب ایڈیٹر الانوار الفقیہ نہایت گرما گرمی سے اور کتب کے حوالہ جات و عبارات کی بھرمار سے بحث ہو رہی ہے۔ ذوق و شوق والے حضرات دلی شوق کے ساتھ دونوں مضامین کو پڑھکر بہرہ اندوز ہو رہے ہیں۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ ایک بات حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب مزنگ لاہور سے بوجہ انکی علمی قابلیت اور فتویٰ نویسی کے خاص مہارت کی بنا پر دریافت کروں تاکہ میرے شکوک و شبہات پورے طور پر رفع ہو جائیں، میں امید واثق و خیال راسخ رکھتا ہوں کہ مولانا صاحب مفصل اور واضح جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقعہ عطا فرمائیں گے۔ ؎ بر کریماں کارہا دشوار نیست

۱۔ اقامت کے وقت امام و مقتدیوں کا بیٹھ جانا فرض ہے؟ اگر فرض ہے تو کیوں؟
۲۔ " " " " " " " یا سنت؟ " سنت " " ؟
۳۔ " " " " " " " یا واجب؟ " واجب " " ؟
۴۔ " " " " " " " یا مستحب؟ " مستحب " " ؟
۵۔ " " " " " " " یا افضل؟ " افضل " " ؟
۶۔ " " " " " " " یا حرام؟ " حرام " " ؟
۷۔ " " " " " " " یا مکروہ تحریمی؟ " مکروہ تحریمی " ؟
۸۔ " " " " " " " یا مکروہ تنزیہی؟ " مکروہ تنزیہی " ؟
۹۔ " " " " " " " یا مشکوک؟ " مشکوک " ؟
۱۰۔ " " " " " " " یا خلاف اولیٰ؟ " خلاف اولیٰ " ؟

ع۱ امام و مقتدی اگر نہیں بیٹھتے تو کیا وہ عذاب کے مستحق ہوں گے ع۲ یا ثواب کے۔ ع۳ عذاب عظیم ہوگا ع۴ یا معمولی سزا ع۵ اگر ثواب کا مستحق ہے تو کس قسم کا ع۶ صرف سرزنش ہوگی ع۷ یا جھڑکی ملیگی۔ ع۸ یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث ع۹ یہ شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے یا صغیرہ کا ع۱۱ یا لغزش کا۔

مہربانی فرما کر مندرجہ بالا جزئیات کا جواب معتبر کتب کے حوالہ جات و صفحات و عبارات سے تحریر فرما کر مستفید فرمائیں۔ اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

(سید اختر حسین جماعتی)

سلسلۂ مآثرِ مدینۃ المنوّرہ

مساجد مبارک ساداتنا ابوبکر صدّیق و عمر الفاروق و علی المرتضیٰ و بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم

از قلم نقشبندی مصطفےٰ علی خاں صاحب نقشبندی جماعتی علیگوی • مہاجر مدنی •

مسجد شریف منسوب باسمِ اقدس صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شارع مناخہ اور کھجور بازار کی غربیں اور مسجد غمامہ کے شمالی غربی گوشہ میں ہے۔ حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان مسجد شریف نبوی (علیٰ صاحبہا الف الف التحیاۃ والصلوٰۃ والتسلیم) سے متصل جانب مغرب تھا اور اس کا دریچہ مسجد شریف کی طرف بالکل مقابل مکان اقدس سیدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر مسجد شریف کے چند سال بعد جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مکانات کے دریچے مسجد مبارک کے صحن میں کھلتے تھے سب کو بند کرنے کا حکم فرمایا سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دریچے کے؛ جب جانب مغرب مسجد شریف کی توسیع ہوئی اور حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مکان داخلِ مسجد ہوا تو اس دریچہ کے نشان کو مغربی دیوار میں قائم رکھا کہ فرمانِ تاجدارِ عالمین صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بند کرنے کا حکم نہیں تھا۔ چنانچہ آج تک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں جہاں حضورِ انور و اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ مبارک خاکی لیٹا ہوا ہے، آنجناب انور واقدس کے سرِ مبارک کے برابر جو چھوٹا سا دریچہ ہے اس کے بالکل مقابل مغربی دیوار مسجد شریف میں ایک لوح ــــ "ھٰذا خوخۃ ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ" لگی ہوئی ہے آمدم برسرِ مطلب آپ کا مکان تمام مستند روایتوں سے مسجد شریف حضورِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل تھا جہاں اب آپ کے اسمِ مبارک سے منسوب مسجد ہے۔ وہاں آبادی بھی ان ایام میں نہ تھی۔ کسی روایت سے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ مسجد کیوں اس خلیفۂ راشد اوّل کے اسمِ مبارک سے منسوب ہے۔

مسجد سیّدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ

مسجد غمامہ کے جنوب میں یعنی جانب قبلہ دو سو گز کے فاصلہ پر ہے۔ اس مسجد شریف کی جگہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میدان مناخہ کا آخری جنوبی حصّہ تھا۔ اور یہ جگہ مسجد غمامہ یعنی مصلّٰے وعید النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قدرے بلند ہے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ایامِ خلافت میں جب عیدین آئیں تو مصلّی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ برسات کے پانی سے دلدل ہو گئی اور نماز ادا کرنے کی جگہ نہ تھی تو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موجودہ مسجد عمر (رضی اللہ عنہ) کی بلند و خشک جگہ پر جماعت نماز عید کروائی۔ تو اس جگہ جو مسجد مبارک ہے وہ خلیفۂ راشد ثانی کے اسمِ مبارک سے موسوم ہے۔

مسجد سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

یہ شارع مناخہ کے جنوب میں اور مسجد غمامہ (مصلّی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے شمال میں واقع ہے۔ روایت ہے کہ وسط ماہ ذی الحجہ ۳۵ھ میں جب باغیوں نے خلیفہ راشد ثالث سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کیا تو سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مکان جو مسجد شریف نبوی (علیٰ صاحبہا الف الف التحیاۃ والصلوٰۃ والسلام) سے متصل جانب شرق اور سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے مکان سے جانب غرب صرف بیس گز دور تھا چھوڑ کر اپنے نوجوان صاحبزادگان حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر باغیوں کے خلاف پہرہ پر مقرر فرما کر خود تین فرلانگ دور مقام پر جہاں آج مسجد منسوب بہ اسم مبارک حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ ہے معتکف ہوئے تھے پس اس مقام پر یہ مسجد اس واقعۂ اعتکاف کی یادگار ہے۔

مسجد سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ

(مؤذن حضور اکرم علیہ افضل واکمل الصلوٰۃ والتسلیم)

کوئی روایت نہیں پائی کہ یہ مسجد مبارک کیوں سیّدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم مبارک سے منسوب ہے۔

یہ مسجد شریف مصلّیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی مسجد غمامہ سے سوا سو گز (۱۲۵) دور جانب مغرب ہے۔ اور اس پرانی عمارت کے اندر ہو گئی ہے جس میں ترکی سلطنت کے ایام سے خزانہ و دفتر امیر مدینہ وغیرہ تھا۔ اور جو آج کل بھی ہیں۔ اس مجموعہ عمارت کے صحن کے دروازہ پہ پولیس کے سپاہی پہرہ دار رہتے ہیں، جب دفاتر حکومت کھلتے ہیں، ان اوقات پہ اور نمازوں کے اوقات پہ اس مسجد میں کوئی بھی بے روک ٹوک داخل ہو سکتا ہے:

نعت شریف
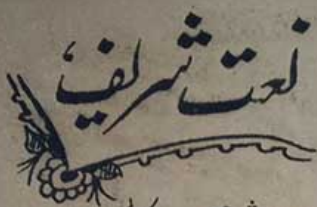
حضرت شمس سیالکوٹی

سرکار مدینے میں بلوائیں، تو اچھا ہو
اک بار مجھے روضہ دکھائیں تو اچھا ہو

یہی دل کی تمنا ہے حسرت ہے، یہ ارماں ہے
محبوب کے قدموں میں مر جائیں تو اچھا ہو

ہر وقت مرے دل کو تڑپاتی ہے یاد انکی
اللہ کرے اب وہ آ جائیں تو اچھا ہو

ممکن ہی نہیں درماں اس درد محبت کا
بیمار کو پاس اپنے بلوائیں تو اچھا ہو

محبوب دو عالم کے صدقے میں مرے اللہ
بگڑی ہوئی تقدیریں بن جائیں تو اچھا ہو

اے شمس فنا ہو کر گر شیخ طریقت کی
خاک کف پا میں مل جائیں تو اچھا ہو

یارانِ کہن

حضرت شیخ بُو علی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

• نام و نسب •

اِسم گرامی شیخ شرف الدین اور لقب بُو علی قلندر تھا سِلسلۂ نسب امام اعظم ابو حنیفہ سے ملتا ہے۔ والدِ بزرگوار ۶۰۰ھ میں عراق سے ہندوستان آئے۔ وہ بڑے جیّد عالم تھے۔ ان کی پہلی شادی حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا کی صاحبزادی سے ہوئی لیکن وہ لاولد فوت ہوگئیں۔ دوسری شادی مولانا سیّد نعمت اللہ ہمدانی کی ہمشیرہ سے ہُوئی۔ حضرت شیخ بوعلی قلندر انہی کے بطن سے تھے۔

آپ ۶۰۵ھ میں پانی پت میں پیدا ہوئے، بہت جلد معقولات و منقولات پر عبور حاصل کیا، گھر کا ماحول بیحد پاکیزہ تھا۔ اس لئے شروع ہی سے دنیا کی آلائشوں سے محفوظ رہے۔ بیس سال تک دھلی میں قطب مینار کے پاس آپ کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء مثلاً مولانا قطب الدین، مولانا وحید الدین پائلی۔ حمید الدین صدر شریعت، مولانا فخر الدین، قاضی ظہور الدین بخاری آپ کی فضیلت اور تبحر علمی کے بیحد معترف تھے۔

• جذب و مستی •

علم کی لذت کوئی غیر معمولی چیز نہیں، وفورِ شوق میں نادر کتب کا ذخیرہ جمع کیا، مگر جب وادیٔ تصوّف میں قدم رکھا اور جذب و سکر کی کیفیت طاری ہُوئی تو سب کتابوں کو دریا میں پھینک کر جنگل کی راہ لی، جذب و مستی کے عالم میں ایک بار آپکی

مُونچھیں شرعی حدُود سے بڑھ گئیں۔ کسی کو یہ ہمت نہ ہوتی تھی کہ آپ سے انہیں تراشنے کو کہے۔ آپ کے ایک ہم عصر بزرگ مولانا ضیاء الدین سنامی بیحد متشرع تھے۔ انہوں نے آپ کی رِیش مبارک کو پکڑا اور مونچھوں کو شرعی حد کے مطابق تراش دیا مولانا موصوف تو تشریف لے گئے مگر آپ بار بار اپنی ڈاڑھی کو پکڑتے اور فرماتے "یہ رِیش کیسی مبارک رِیش ہے کہ شرعِ محمدی کی راہ میں پکڑی گئی ہے۔"

"معارج الولایت" کے مؤلف نے آپ کو خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا خلیفہ لکھا ہے لیکن آپکی خلافت کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ آپ باگیوں اور کرنال (پانی پت کے مضافات) کے نواح بڈھا کھیڑہ میں آخر وقت تک مقیم رہے۔

• آپؒ اور خواجہ شمس الدین ترکؒ •

جن دنوں آپ کا قیام پانی پت میں تھا شمس العلماء حضرت خواجہ شمس الدین ترک اپنے مرشد حضرت خواجہ علاؤ الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے یہاں آکر رہائش پذیر ہوئے۔ خواجہ شمس الدین ترک حضرت خواجہ احمد یسوئی کے فرزند اور ترکستان کے سادات میں سے تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ انہوں نے علوم نقلی و عقلی پر عبور حاصل کرنے کے بعد ماوراء النہر کے بہت سے بزرگوں کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ مگر تشنگی نہ بجھی۔ اس

لئے مرشدِ کامل کی جستجو میں ہند و پاکستان کی طرف روانہ ہوئے ملتان پہنچے تو حضرت بابا گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں سے بابا صاحب کی ہدایت کے مطابق کلیر شریف پہنچے۔ یہاں شیخ علاؤالدین صابر نے ان کو دیکھا تو فرمایا :۔

"شمس الدین تو مرا فرزندی۔ از حق سبحانہٗ وتعالیٰ خواستہ ام کہ ایں سلسلۂ ما از تو جاری باشد وتاقیامت برپا ماند" (شمس الدین تم میرے بیٹے ہو۔ میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ ہمارا یہ سلسلہ تم سے جاری ہو اور قیامت تک جاری رہے)"

اس کے بعد اپنی ترکی کلاہ ان کے سر پر رکھ دی۔ چنانچہ وہ گیارہ سال تک اپنے مرشد کی خدمت میں رہے۔ اور ان کی بجہ خدمت کی۔ مرشد سے عرفان و سلوک کی دولت حاصل کر لی تو پانی پت میں قیام کرنے کا حکم ملا۔ مگر انہوں نے روحانی طور پر یہ محسوس کیا کہ اس مقام کا بوجھ اٹھانے کی سکت نہیں۔ اس لئے مرشد سے مزدوری کی اجازت چاہی اور بحیثیت مزدوری کرنے لگے۔

غیاث الدین بلبن کا دورِ حکومت تھا۔ دہلی آ کر اس کی فوج کے سواروں کے زمرہ میں شامل ہو گئے۔ رفتہ رفتہ آپ کے پاس کافی دولت جمع ہو گئی مگر انہیں ان چیزوں سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ روزانہ ذکرِ الٰہی میں معروف رہتے۔

ایک مرتبہ سلطان نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ عرصہ گزر گیا مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ ایک رات باد و باراں کا سخت طوفان آیا، اور سلطان کے فوجیوں کے خیمے اڑ گئے۔ غضب کی سردی تھی۔ آگ بجھ چکی تھی۔ شاہی سقہ بادشاہ کے وضو کا پانی گرم کرنے کے لئے آگ کی تلاش میں نکلا۔ اس نے دیکھا کہ دور ایک خیمہ میں چراغ جل رہا ہے۔ (یہ خیمہ خواجہ شمس الدین ترک کا تھا) سقہ دوڑ کر وہاں پہنچا۔ دیکھا کہ ایک فقیر قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے۔ اس پر اس قدر رعب طاری ہوا کہ وہ آگ مانگ نہ سکا۔ فقیر نے سر اٹھا کر کہا "بھائی جتنی آگ کی ضرورت ہے لے جاؤ" سقہ صبح کو پھر وہاں پہنچا۔ تو ان کو خیمے میں موجود نہ پایا۔ وہ لشکر گاہ کے قریب آیا تو ان کو وضو کرتے دیکھا۔ جب وضو کر چکے اور نماز ادا کرنے کے لئے خیمہ کی طرف چل دیئے تو سقہ نے اسی جگہ سے مشک میں پانی بھرا۔ سردی کے سبب تالاب کا پانی جما ہوا تھا۔ مگر جہاں انہوں نے وضو کیا تھا۔ وہاں گرم تھا۔ دوسری صبح وہ ان کے آنے سے پیشتر ایک درخت کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ خواجہ شمس الدین آئے تو تالاب کے جمے ہوئے پانی نے جوش مارا۔ انہوں نے وضو کیا اور خیمے کی طرف روانہ ہو گئے۔ سقہ نے مشک میں پانی بھرا اور سلطان کے پاس جا کر خلوت میں سارا واقعہ بیان کیا۔ اگلی صبح سلطان نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ خواجہ شمس الدین وضو اور نماز کے بعد لوٹے تو سلطان ان کے پیچھے پیچھے گیا۔ وہ جا کر تلاوتِ قرآن مجید کرنے لگے سلطان خیمے سے باہر مؤدب کھڑا رہا۔ تلاوت ہو چکی تو سلطان نے کہا "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسے لوگ میرے عہد میں ہیں لیکن مجھے افسوس ہے کہ قلعہ اب تک فتح نہیں ہوا۔ انہوں نے دعا فرمائی۔ چنانچہ اسی روز قلعہ فتح ہو گیا۔ دوسرے دن سلطان نے برہنہ پا ان کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا۔ مگر وہ سب کچھ فقیروں میں بانٹ کر لشکر سے چل کھڑے ہوئے۔ بعدہٗ مرشد کے حکم سے پانی پت میں مامور کئے گئے۔

خواجہ شمس الدین ترکؒ پانی پت کے نزدیک پہنچے تو دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ اپنے خادم کے ہاتھ آپ (شیخ بوعلی قلندر) کی خدمت میں بھیجا۔ آپؒ خادم کو دیکھ کر مسکرائے گلاب کے چند پھول موجود تھے۔ ان کی پنکھڑیاں پیالے میں ڈال دیں اور خادم کو واپس جانے کی اجازت دی۔ وہ پیالے میں گلاب کی پتیاں دیکھ کر متبسم ہوئے۔ حاضرینِ مجلس نے پوچھا۔ تو انہوں

نے فرمایا کہ شیخ بوعلی قلندر کے پاس دودھ کا بھرا ہوا پیالہ بھیجنے سے مراد یہ تھی کہ یہ ملک میرے شیخ نے مجھ کو عطا کیا ہے اس لئے مجھ سے پُر ہو گیا ہے۔ شیخ بوعلی قلندر نے گلاب کی پنکھڑیاں ڈال کر پیالہ جو واپس کیا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرے ملک سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے۔ اور اسی طرح رہیں گے، جیسے پیالے میں گلاب کی پنکھڑیاں ہیں۔ چنانچہ دونوں بزرگوں میں تا دمِ آخر محبت قائم رہی۔

• فیض •

شیخ جلال الدین محمود پانی پتی آپؒ ہی کے فیض سے وادیٔ طریقت میں داخل ہوئے۔ ایک روز آپ سرِ راہ بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ جلال الدین (جو ابھی کمسن تھے) گھوڑے پر سوار ادھر سے گزرے۔ آپؒ نے دیکھا تو فرمایا:۔

"نہ ہے اسپ و نہ ہے سوار"

شیخ جلال الدین کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو بیقرار ہو گئے۔ گھوڑے سے اترے۔ اسی وقت گریبان چاک کیا اور جنگل کی راہ لی۔ چالیس سال جنگل میں پھرتے رہے۔ واپس وطن پہنچے تو آپؒ سے بیعت کے لئے اصرار کیا۔ مگر آپ نے فرمایا:

"بیٹا تمہاری کشاکش کا انحصار دوسرے آدمی پر ہے"

چنانچہ خواجہ شمس الدین ترک جب پانی پت تشریف لائے تو شیخ جلال الدین نے ان کا دامن بیعت تھاما اور آگے چل کر ان کے خلیفہ ہوئے۔

• سُلطان جلال الدین خلجی •

سُلطان جلال الدین خلجی کو آپ سے بیحد عقیدت تھی۔ چنانچہ وہ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھا۔ شاید آپ ہی کی صحبت کا اثر تھا کہ سُلطان میں حلم، نرمی، اور خدا ترسی بدرجۂ اتم موجود تھی۔ اس کے باوجود حضرت سیدی مولہٰ کا خون سُلطان کے سر ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل اگرچہ موضوع کے ہٹ جانے کے مترادف ہے تاہم قارئین کی دلچسپی کے لئے اس واقعہ کا مختصراً ذکر بے جا نہ ہوگا۔ مولانا ضیاء الدین برنی رقمطراز ہیں:۔

سیدی مولہٰ ایک درویش تھے۔ جو سُلطان بلبن کے عہدِ حکومت میں دہلی آئے۔ وہ کھانا کھلانے اور خرچ کرنے میں دریادل تھے لیکن جمعہ کی نماز پڑھنے جامع مسجد میں نہیں آتے تھے۔ اگرچہ نماز کے پابند تھے۔ مگر جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے مجاہدہ، ریاضت بہت کرتے تھے بمعمولی کھانا کھاتے تھے کوئی کنیز یا خدمت گار نہ تھا۔ کوئی کچھ دیتا تو قبول نہ کرتے۔ ان کے اخراجات بیحد وسیع تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ علم کیمیا جانتے ہیں۔ اپنے دروازے کے سامنے انہوں نے ایک خانقاہ بنوائی اس کی تعمیر پر ہزاروں روپے اٹھ گئے۔ یہاں بھاری مقدار میں کھانا پکتا۔ ہر طرف سے مسافر آکر یہاں ٹھہرتے۔ ایسا کھانا ہوتا کہ بادشاہوں کو بھی میسر نہ آتا تھا۔ ہزاروں من میدہ خرچ ہوتا۔ پانچ سو جانور ذبح کئے جاتے۔ خانقاہ کے سامنے لوگوں کا بے پناہ ہجوم رہتا۔

سیدی مولہٰ کو نہ تو کوئی وظیفہ ملتا تھا، اور نہ ان کے پاس کوئی گاؤں تھا۔ کسی کو رقم ادا کرنی ہوتی تو کہتے جاؤ فلاں اینٹ یا پتھر کے نیچے اتنے ٹنکے ہیں۔ انہیں نکال لو۔ چنانچہ وہاں سے نقری سکے مل جاتے۔

جلال الدین خلجی کے عہدِ حکومت میں یہ خرچ اور بھی بڑھ گیا۔ سُلطان کا بڑا لڑکا خانخاناں ان کا بیحد معتقد تھا۔ اور خود کو سیدی مولہٰ کا بیٹا کہا کرتا تھا۔ امراء بھی ان کے ہاں آنے جانے لگے وہ اکابر بھی جو بلبنی عہد میں وظیفہ پاتے تھے مگر اب اس سے محروم ہو گئے تھے۔ خانقاہ میں آتے اور کئی کئی دن وہیں گذارتے۔ قاضی جلال کاشانی (قاضی القضاۃ) نے جو کہ بیحد فتنہ انگیز تھا سیدی مولہٰ سے تعلقات بڑھائے۔ اور زیادہ وقت وہیں گذارنے لگا بیکار اکابر وہاں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے کہ سلطان جلال الدین کو

ختم کرکے سیدی مولہ کو خلیفہ بنالیا جائے۔ یہ باتیں سلطان تک پہنچ گئیں۔ اس نے تمام اکابر کو بلایا مگر انہوں نے صحتِ جرم سے انکار کردیا۔ چنانچہ سلطان نے حبس کا حکم جاری کیا۔ مگر علماء نے مخالفت کی کہ یہ طریقہ خلافِ شریعت ہے۔ مجبوراً سلطان کو یہ ارادہ ترک کرنا پڑا۔ مگر اس نے قاضی جلال کو بدایون کا قاضی اور خان زادوں کو جلاوطن کردیا۔ اس کے بعد سیدی مولہ کو بلا کر سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔ مجمع میں شیخ ابوبکر طوسی حیدری اپنی جماعت کیساتھ موجود تھے۔ سلطان نے ان سے مخاطب ہو کر کہا میرا انصاف کرو۔ اس پر ایک حیدری نے آگے بڑھ کر سیدی مولہ کو استرے سے زخمی کردیا۔ ارکلی خاں نے ایک فیلبان کو اشارہ کیا۔ ایک ہاتھی آگے بڑھا اور سیدی مولا کو پاؤں تلے مسل ڈالا۔"

مولانا ضیاء الدین برنی نے اپنے تاثرات کا اظہار اس طرح کیا ہے: "ایسا بردبار اور حلیم بادشاہ اس معاملہ میں مشورہ کو نہ سن سکا۔ اور ایک ایسا حکم جاری کردیا جس سے درویشی کی عزت جاتی رہی مجھے یاد ہے کہ جس روز سیدی مولا قتل ہوئے ایک سیاہ طوفان آیا، تاریکی چھاگئی، اس قتل کے بعد ملک بر طرح طرح کے فتنوں نے جنم لیا، اس سال دہلی میں بارش نہیں ہوئی قحط پڑ گیا ملک بدحالی کا شکار ہوگیا ......"

• آپ اور علاؤالدین خلجی •

ایک بار سلطان علاؤالدین خلجی نے حضرت بو علی قلندر کے پاس کچھ نذر بھیجنی چاہی لیکن معلوم ہوا تھا کہ وہ نذر قبول نہیں کرتے امراء نے مشورہ دیا کہ نذر خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی وساطت سے بھیجی جائے تو وہ قبول کرلیں گے۔ سلطان نے امیر خسرو کو خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے تامل فرمایا مگر بعد اپنے مرید محبوب کو نذر لے جانے کی اجازت دے دی۔ مگر نصیحت فرمائی کہ وہ جو کچھ کہیں اسے تسلیم کرنا۔ اس پر معترض نہ ہونا۔ امیر خسرو دہلی سے پانی پت پہنچے آپ کی قیام گاہ کے نزدیک پہنچ کر کہلا بھیجا کہ خواجہ نظام الدین اولیاء کا بھیجا ہوا خسرو حاضر خدمت ہوا ہے۔ آپ نے خسرو کو اپنے پاس بلایا اور جب بیٹھ گئے تو فرمایا:۔ "کچھ سناؤ" امیر خسرو نے اپنی ایک غزل سنائی۔ آپ غزل سن کر بہت خوش ہوئے۔ امیر خسرو سے فرمایا:۔

"خسرو خوش نہ ہوگے، خوش ہوجاؤگے" پھر خود ایک غزل پڑھی۔ امیر خسرو اس غزل کو سن کر بہت روئے۔ آپ نے استفسار فرمایا کہ کچھ سمجھے بھی؟ امیر خسرو نے عرض کیا "رونا اسی کا ہے کہ کچھ نہ سمجھا" اس جواب سے آپ بہت خوش ہوئے۔ بادشاہ کی نذر قبول کرلی۔ مگر فرمایا: "حضرت خواجہ نظام الدین کا قدم درمیان میں نہ ہوتا تو میں ہرگز قبول نہ کرتا" پھر خادموں کو حکم دیا کہ خسرو کو اعزاز و اکرام سے خانقاہ میں رکھو۔ تین دن کے بعد امیر خسرو نے واپس جانے کی اجازت چاہی۔ آپ نے ایک خط تو حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں لکھا۔ اور دوسرا بادشاہ کو تحریر فرمایا۔

یہ خط سلطان کو ملا۔ تو امراء نے کہا:۔

"بادشاہ کو اس طرح خط لکھنا سوءِ ادب ہے"

مگر بادشاہ نے کہا:۔

"غنیمت ہے کہ اس ذرہ بے قدر کو خط تو لکھا خواہ کسی طرح ہی سہی"

• آپ اور سلطان غیاث الدین تغلق •

سلطان غیاث الدین تغلق بھی آپ کا بیحد معتقد تھا، ایک بار اپنے بیٹے جونا خاں اور اپنے پوتے شہزادہ کمال الدین کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے خادموں کو حکم دیا کہ تینوں کے لئے کھانا لائیں، خادم ایک پیالہ میں کھانا لائے

سلطان اور شہزادوں نے ایک ہی پیالے میں کھانا شروع کیا آپ نے فرمایا تین بادشاہ ایک ساتھ کھا رہے ہیں" چنانچہ جونا خان اور کمال الدین سلطان محمد تغلق اور سلطان فیروز شاہ کے نام سے بادشاہ ہوئے۔

• اشاعتِ اسلام •

پانی پت کے علاقہ کے مسلمان راجپوت آپ ہی کے رشد وھدایت سے ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ ایک ممتاز راجپوت امیر سنگھ آپ کی ھدایت سے اسلام لایا۔ اس کے خاندان سے مسلمان راجپوت پھیلے اور اسلام کی طاقت بنے۔

• تصانیف •

آپکے نام سے (۱) مکتوبات بنام اختیار الدین۔ (۲) حکم نامۂ شرف الدین (۳) مثنوی کنز الاسرار اور (۴) رسالۂ عشقیہ" منسوب ہیں۔ بعض مکتوبات کے نمونے یہ ہیں:۔

" اے بھائی! جب تم پر اللہ تعالےٰ کا کرم شروع ہو جائے تم میں جذبہ ابھرنے لگے اور تم کو تم سے دور کیا جائے۔ تو گویا تم عشق کا آغاز اور تم پر حسن کا جلوہ ظاہر ہو گیا جب تم پر حسن کا مشاہدہ ہو جائے تو معشوق کو پہچانو اور عاشق بن کر معشوق ہو جاؤ۔ جب عاشق بن کر معشوق ہو گئے تو اسی طرح کام کرو، سنت معشوق اور فریضۂ عاشق قائم رکھو۔ اس وقت معشوق کو عاشق کے ذریعے پہچان لوگے۔ اے بھائی! معشوق کو تمہاری ہی صورت میں پیدا کر کے تمہارے درمیان بھیجا گیا ہے۔ تاکہ وہ تم کو براہِ راست دعوت دے' اے بھائی خدا نے بہشت و دوزخ پیدا کئے اور اس کا حکم ہے۔ دونوں پُر کئے جائیں گے۔ معشوق کو عاشقوں کے ساتھ بہشت میں جگہ دی جائیگی۔ شیطان اپنے ساتھیوں سمیت دوزخ کو پُر کریگا۔ بہشت میں عاشقوں کے سوا کوئی نہ ہوگا۔ دونوں عاشق ہی کے حسن سے پیدا ہوئے اور دونوں مقامِ غیر میں نہ ہوں گے بہشت دوستوں سے وصال کا مقام ہے اور دوزخ دشمنوں کے لئے جائے فراق ہے' یہ فراق کافروں اور منافقوں کو حاصل ہوگا۔ وصال حضرت رسالتمآب کے عاشقوں اور دوستوں کو نصیب ہوگا

اے بھائی! دل کی آنکھ کھولو اور اچھی طرح سے دیکھو اور جانو کہ اس نے حسن ایک درخت میں منتقل کر دیا ہے اور رنگا رنگ میوے پیدا کئے ہیں' ہر میوہ کا مزہ جدا ہے' اس درخت کو اپنی ذات کی خبر ہے نہ اپنے پھول اور پھل کی ...."

" تمہارے لئے گنا پیدا کیا مگر اسے شکر کی خبر نہیں' ہرن کی ناف میں تمہارے لئے مشک پیدا کیا مگر ہرن اس سے بے خبر ہے۔ گائے سے تمہارے لئے عنبر پیدا کیا' مگر گائے کو اس کی خبر نہیں۔ بلی سے زباد پیدا کیا' مگر وہ اس سے بے خبر ہے۔ درخت سے تمہارے لئے کافور پیدا کیا' مگر درخت اس سے بے علم ہے۔"

" اے بھائی! عاشق ہو جاؤ اور دونوں جہانوں کو معشوق کا حسن سمجھو' اپنے آپ کو معشوق کا حسن کہو' عاشق نے اپنے عشق سے تمہارے وجود کا ملک بنایا' تاکہ اپنے حسن و جمال کو تمہارے آئینے میں رکھے اور تم کو محرمِ اسرار جانے اور "الانسان سری (انسان میرا بھید ہے) تمہاری شان میں آیا ہے' عاشق ہو جاؤ' تاکہ حسن کو ہمیشہ دیکھو' دنیا و عقبیٰ کو پہچانو۔ عقبیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہے' دنیا شیطان کی ملکیت ہے"

"اے بھائی! اپنے نفس کو پہچانو، جب نفس کو پہچانو گے تو دنیا کو بھی پہچان سکو گے۔ اگر روح کو پہچان لو گے، تو عقبیٰ کو بھی پہچان سکو گے، اے بھائی! تم جانتے ہو کہ حسن کا غمزہ کفر میں دکھا گیا ہے اس نے دنیا پر کس قدر پُرلطف تیر مارا ہے۔ اور اس کو اپنا عاشق بنا لیا ہے۔ اے بھائی! اپنی تلاش کرو، خود کو پہچانو۔ جب تم اپنے نفس کو پہچان لو گے تو عشق کو بھی جان سکو گے"

"یہ پتہ نہیں کہ ہم لوگوں کو کس لئے پیدا کیا گیا اور ہم لوگوں کے ساتھ کیا ہوگا؟ لیکن خیال ہمیشہ فکر کے ساتھ وابستہ رہتا ہے۔ کبھی فکر ہمارے دل کو آئینے کے مانند آراستہ کر دیتی ہے اور عاشق کے سامنے معشوق کو ظاہر کرتی ہے۔ اور عاشق کا وہ علم جس کو معشوق نے پہچانا ہے عاشق کے ذہن اور معشوق کی صفت کے مطالعہ میں بجالاتی ہے عشق عاشق اور حسن معشوق سے باطن کو مسحور کرتی ہے۔ عاشق حسن کے تماشہ سے اپنے ظاہر کو بھلا دیتا ہے اور تماشائے باطن میں مصروف ہو جاتا ہے تاکہ عاشق کا وہ علم جس نے معشوق کو پہچانا ہے، نافذ ہو جائے۔ اے بھائی! اس قدر معلوم ہوا ہے کہ خدا نے اپنی مشیت سے تم کو پیدا کیا ہے اور اپنی مشیت سے باقی رکھتا ہے۔"

"حال خیال کے ساتھ متحد ہو کر دنیا کو روزی کی طرف لے جاتا ہے خیالِ دنیا کی آرائش کو دکھلاتا ہے۔ اور اس کے شوق میں اس کو پریشان کرتا ہے؛ نفس کو معشوق کے دروازے پر پھراتا ہے ہر دروازے پر ذلیل کرتا ہے ...."

• وصال •

آپ کا وصال پُرملال ۔ ۱۳۔ رمضان المبارک ۷۲۴ھ کو ہوا۔ تاریخ وفات " یا شرف الدین ابدال " سے نکلتی ہے

کرنال میں دفن کیے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے اعزہ و اقربا نے ایک رات پوشیدہ طور پر آپ کی نعش مبارک کو پانی پت لے جا کر دفن کر دیا۔ آج بھی وہاں معتقدین کا ہجوم رہتا ہے۔

"رسالۂ عشقیہ" جو آپ سے منسوب ہے اس کے بعض اشعار یہ ہیں :- ؎

عشق کو بے بال و پر طیراں کند ۔۔۔ عشق کو در لامکاں جولاں زند
عشق کو تا تاج سلطانی نہد ۔۔۔ عشق کو ملکِ سلیمانی دہد
عشق کو تا چشم دل بینا کُند ۔۔۔ عشق کو تا سینہ پر سودا کُند
عشق کو تا عقل را زائل کُند ۔۔۔ عشق کو تا عقل را حاصل کُند
عشق کو تا جام مدہوشی دہد ۔۔۔ عشق باید تا فراموشی دہد
عشق باید تا دہد جام شراب ۔۔۔ عشق ساز و ساغرے آفتاب

آگے چل کر شیخ کے زہد و تقویٰ کی تصریح اس طرح فرمائی ہے :

زہد و تقویٰ چیست اے مرد فقیر ۔۔۔ لا طمع بودن ز سلطان و امیر
شانہ و مسواک و تسبیح ریا ۔۔۔ جبہ و دستار و قلب بے صفا
پیش و پس گردید مرد ناخلف ۔۔۔ پر خر البتہ بے آب و علف
چوں در ایمانت فتد آخر قصور ۔۔۔ پس چرا خوانی نماز بے قصور
بر مصلا چوں نشینی قبلہ دہ ۔۔۔ چشم پوشی دل بود جائے دگر
خادماں گویند ایں شیخ زماں ۔۔۔ چشم پوشیدہ ست از خلق جہاں
شیخ را لاہوت باشد منزلش ۔۔۔ شد فنا ذات لقا شد حاصلش
ایں خوشامد گوئی چندیں ابلہاں ۔۔۔ راہزن شد راہزن باشد دہزناں
از ستائش خویشتن را گم مکن ۔۔۔ عیب خود بیں عیب بر مردم مکن

حرص و ہوا سے پرہیز کی تعلیم اس طرح دی ہے :-

دل چو آلودہ ست از حرص و ہوا ۔۔۔ کے شود مکشوف اسرار خدا
صد تمنا در دلت اے بوالفضول ۔۔۔ کے کند نور خدا در دل نزول
بر تو قسمت مے رسد اے بے خبر ۔۔۔ پس چرا قانع نہ بر خشک و تر
حرص تو دلق قناعت پارہ کرد ۔۔۔ نفس امارہ ترا آوردہ کرد
ہست دنیا پیر زال دیر فریب ۔۔۔ می کند پیر و جواں را بے شکیب

تضمین بر مصرعِ ڈاکٹر اقبالؒ

حضرت مولانا راحت کوٹی
نقشبندی مجددی
(بھارت)

کیا وصف کروں گنبدِ خضرا کے مکیں کا ۔۔۔ وہ قافلہ سالار ہے سکانِ زمیں کا
وُہ راہنما ھادیٔ اعظم بھی ہے دیں کا ۔۔۔ وہ واقفِ اسرار ہے قرآنِ مبیں کا
وُہ قبلۂ حاجات ہے اربابِ یقیں کا ۔۔۔ وہ مالک و مختار ہے فردوسِ بریں کا
کیا کہنا ہے اقبال کے تخیلِ حسیں کا ۔۔۔ "ہر سینہ نشیمن نہیں جبریلِ امیںؑ کا"

ہر ذہن میں تخلیق کی قوت نہیں ہوتی، ۔۔۔ ہر فکر میں پرواز کی ہمت نہیں ہوتی
ہر عقل نہیں کرتی ہے تنظیم جہاں کی ۔۔۔ ہر ذوق سے ہوتی نہیں تزئینِ مکاں کی
ہر سر میں نہیں ہوتا ہے سودائے محبت ۔۔۔ ہر آنکھ نہیں ہوتی ہے شیدائے محبت
ہر قلب میں جلوہ نہیں افلاک نشیں کا ۔۔۔ "ہر سینہ نشیمن نہیں جبریلِ امیں کا"

ہر شخص نہیں حاملِ انوارِ الٰہی، ۔۔۔ ہر شخص پہ کھلتے نہیں اسرارِ الٰہی
ہر ایک کو معراج کی نعمت نہیں ملتی ۔۔۔ ہر ایک کو دیدار کی دولت نہیں ملتی
ہر بندہ مخاطب نہیں لولاک لما کا ۔۔۔ ہر بندہ کہاں ہوتا ہے محبوبِ خدا کا
یہ قول بہت خوب ہے اک عارفِ دیں کا ۔۔۔ "ہر سینہ نشیمن نہیں جبریلِ امیں کا"

ہر شخص نہیں ہوتا سزاوارِ شفاعت ۔۔۔ ہر شخص کے القاب نہیں صادق و رحمت
ہر شخص نہیں ہوتا ہے سردارِ دو عالم ۔۔۔ ہر شخص فرشتوں سے نہیں بڑھ کے مکرم
ہر شخص پہ ہوتی نہیں الہام کی بارش ۔۔۔ ہر اک کے مقدر میں نہیں حق کی نوازش
یاد آتا ہے مصرع مجھے فردوس مکیں کا ۔۔۔ "ہر سینہ نشیمن نہیں جبریلِ امیں کا"

مولانا الحاج پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب علیپوری م

محبتِ الٰہی!

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ جو لوگ ایمان لائے ان کو اللہ سے بہت ہی محبت ہے۔ یعنی کسی کو کسی سے اتنی محبت نہیں جتنی ایماندار کو اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اللہ کی محبت ایماندار کے واسطے آفتاب کی مانند ہے۔ کہ اس کے طلوع سے تمام کواکب اور ستارے بے نور ہو کر قعرِ نیستی میں گر جاتے ہیں۔ اسی طرح جب ایماندار کے دل کے آسمان پر محبتِ الٰہی کا آفتاب طلوع کرتا ہے تو تمام محبوبوں کی محبت متلاشی ہو جاتی ہے۔ صرف ایک محبوب حقیقی ہی کا جلوہ ہوتا ہے۔ جو قبلۂ توجہ بن کر رہ جاتا ہے یہاں تک کہ ایماندار خود اپنی ہستی سے گم ہو جاتا ہے، اس مقام پر پہنچ کر اپنے وجود کا ملاحظہ کرنا شرک خیال کرتا ہے، اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی حقیقت ہر جانب سے اس کو محیط ہو جاتی ہے۔ وہ ہر چیز کو اس کے بحرِ وجود میں غوطہ زن اور مضمحل پاتا ہے۔ ع

عجب است با وجودت کہ وجودِ من بماند

محبتِ الٰہی ایمان کا ثمرہ ہے اور اس کا نتیجہ ہے۔ جب دل نورِ ایمان کے ساتھ جگمگا گیا اور اس کا گوشہ گوشہ نورِ توحید سے روشن ہو گیا تو پھر محبوبِ حقیقی کا جمال اس پر منعکس ہونے لگتا ہے اور یہ دل محبوبِ حقیقی کے انوار و تجلیات کا مورد بن جاتا ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھے نہ زمین سما سکے اور نہ آسمان، میں تو اپنے ایماندار بندہ کے دل میں سماتا ہوں۔

یعنی اس کے دل میں میری محبت ہوتی ہے اور میں اس کا محبوب بھی اپنی لَیْسَ کَمِثْلِہٖ کی شان کے ساتھ وہیں ہوتا ہوں۔ محبت ایک ایسی صفت ہے جو محب کو محبوب کی خوشنودی کیواسطے ہر چیز کو قربان و تصدق کرنے اور آفات و بلیات برداشت کرنے پر آمادہ و تیار رکھتی ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھئے۔ خواب میں اشارہ ہوتا ہے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر، کوئی حیل و حجت نہیں کی اپنے بیٹے کو قربان گاہ میں لیجاتے ہیں۔ اور ذبح کرنے کے واسطے اس کو لٹا کر حلق پر بار بار چھری چلاتے ہیں۔ چھری ذرا کاٹتی نہیں۔ پھر اس کی نوک حلق پر رکھکر اوپر سے دباتے ہیں۔ خدا کے حکم سے چھری قبضہ کے اندر گم ہو جاتی ہے۔ اور حلق نہیں کاٹتی۔ جب اللہ نے اپنے محب کا امتحان لے لیا اور محب اپنے محبوب کے امتحان میں پورا نکلا تو محبوب نے بیٹے کو ذبح کرنے کی جگہ پر جنت سے دنبہ بھیج دیا۔ اور بیٹے کو ذبح ہونے سے رہائی دے دی۔

یہ واقعہ صرف پڑھنے سننے سے ہی تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس سے محبت کا سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ بیٹے سے زیادہ عزیز اور پیاری دنیا میں کوئی چیز نہیں ہے۔ لیکن اللہ کی محبت کے سامنے یہ محبت لاشئ ہو جاتی ہے۔

ایک اور واقعہ سنئے:۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ نے اپنے

باپ کی خدمت میں عرض کیا، ابا جان! جنگِ بدر میں آپ کئی دفعہ میرے سامنے آئے اور مجھے موقعہ ملا کہ آپ کو قتل کروں مگر معاً یہ خیال آ جاتا تھا کہ میرے باپ ہیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بیٹا! اگر تو میرے سامنے ایک دفعہ بھی آ گیا ہوتا تو میں فوراً تجھے قتل کر دیتا، اور اس کی پرواہ نہ کرتا کہ تو میرا بیٹا ہے۔

اسی طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں جن میں کامل ایمان داروں نے اپنی عزیز سے عزیز چیزیں اللہ کے نام پر قربان کر دی ہیں۔ باپ نے بیٹے کی اور بیٹے نے باپ کی محبت جبکہ وہ خدائے برحق کی محبت کے حصول میں سترِ راہ نظر آئی۔ کانٹے پتھر کی طرح راہ سے اٹھا کر پھینک دی۔ اور اگر کسی سے محبت ہے تو وہ اس لئے ہے کہ یہ محبت اس کے حکم کے عین مطابق اور اس کی رضا میں ممد و معاون ہے۔ ایسی محبت یقیناً اور حقیقتاً اللہ ہی کی محبت ہوتی ہے۔ مثلاً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جو جزوِ ایمان ہے۔ اللہ کی محبت ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین تم میں سے کوئی ایمان دار (اللہ کا محب) نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ میں اس کی طرف سے اس کے والد، اس کے بیٹے اور تمام جہان کے لوگوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔

آپ نے یہ بھی فرمایا ہے:۔

لا یؤمن احدکم حتیٰ تکون ھواہ تبعاً لما جئت بہٖ، تم میں سے کوئی ایمان دار (اللہ کا محب) نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی خواہش اس چیز کے تابع ہو۔ جس کو میں لے کر آیا ہوں۔ یعنی قرآن اور دینِ اسلام، ان دو حدیثوں سے ثابت ہوا کہ رسول، قرآن اور اسلام کی محبت، محبتِ الٰہی کا رکن ہے اور محبتِ الٰہی کی تکمیل نہیں ہوتی جب تک وہ ان چیزوں سے محبت نہ رکھے۔ اس لئے کہ ان چیزوں کی محبت، محبتِ الٰہی کے حصول میں ممد و معاون ناصر و مددگار ہے۔ اور محبوب تک پہنچانے والے اسباب اور وسائل بھی محبوب ہوتے ہیں۔ عاشقانِ مجازی کے حالات میں غور کیجئے تو یہ حقیقت عیاں ہوئے بغیر نہیں رہے گی کہ معشوق کا پیام لانے والی اس کی میٹھی میٹھی باتیں سنانے والی، دلالہ کتنی محبوب ہوتی ہے کہ ہر وقت آنکھیں اس کی راہ پر بچھی رہتی ہیں۔ اس کو راضی اور خوش رکھنا عاشق فرض جانتا ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ محبوب کی باتیں سناتی ہے اس کا پیام لاتی ہے۔ محبوب تک پہنچنے کا وسیلہ بنتی ہے۔ ورنہ عاشق کو اس کی ذات من حیث ہی سے کوئی محبت نہیں ہے اگر ہے تو محبوب کی وجہ سے ہے۔

جس طرح محبوب کا پتہ بتانے والی دلالہ سے محبت ہوتی ہے اسی طرح عاشق کو ہر اس چیز سے محبت ہوتی ہے جس کو کسی وجہ سے بھی محبوب کی طرف نسبت ہے۔ محبوب کے گھر سے اس کے در و دیوار سے، اس کے خاندان کے افراد سے، اس کے رشتہ داروں سے، اس کے ملک اور وطن سے، اور اس کی بستی سے، ورنہ وہ محب دعوائے محبت میں جھوٹا ہے۔ اور ان تمام چیزوں کی محبت محبوب کی محبت میں شمار کی جاتی ہے۔ مجنوں نے لیلیٰ کی گلی کے کتے کے پاؤں اسی لئے چوم لئے تھے کہ وہ کتا لیلیٰ کی گلی کا تھا۔ اور بس،

اسی طرح محبانِ الٰہی کے واسطے آقائے نامدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنی فرض ہے، کہ آپ بندوں کو ان کے رب کا پتہ بتلانے والے ہیں۔ قرآن پاک سے محبت ہے کہ یہ پیارے محبوب کا نامہ ہے۔ اسلام سے محبت ہے کہ پیارے محبوب تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ بیت اللہ شریف

سے محبت ہے، کہ محبوب کا گھر ہے۔ مخلوق سے محبت ہے کہ محبوب
کا عیال ہے۔ چونکہ محبتِ الٰہی کا حصول سوائے محبتِ رسول کے
ناممکن تھا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو اپنی محبت کی
تعلیم دینے کے واسطے اور اپنے حسن اور جمالِ حقیقی سے اپنے محبوں
کو آگاہ کرنے کے واسطے اور اس تک رسائی کرنے اور شرفِ
باریابی حاصل کرنے کا طریقہ اور جملہ آداب و ہدایات سکھانے
کے واسطے اپنے برگزیدہ بارگاہ حقائق آگاہ مظہرِ کامل حضرت
محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا اور
آپ کو حکم فرمایا کہ ان لوگوں کو جو آج تک میری محبت کا دعوےٰ
کرنے کے باوجود میری محبت کو حاصل نہیں کر سکے، فرما دیں
کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو، اس کا دوست ہونے
کی خواہش رکھتے ہو، اس محبوبِ حقیقی کے مشاہدہ کی آرزو
رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، کیونکہ میں تمہارے محبوب کا
برگزیدہ اور اس کا خاص بندہ اس کے اسرار اور بھیدوں کا
جاننے والا ہوں۔ پھر تمہیں تمہارا محبوب اپنی محبوبیت میں غوطہ
دے کر محبوب بنالے گا۔ اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا'
اور وہ محبوب جس کا نام اللہ ہے، جس کو زمینوں کی پستی اور
افلاک کی رفعت پہچانتی ہے، جس کے نام کی ہیبت سے پہاڑ
ریت ہو کر بہہ جاتے ہیں۔ جس کی عظمت کے آگے عرشِ معلّٰی
سکڑ جاتا ہے، جس کی تجلیات سے کائنات کا ذرہ ذرہ اس
کی حمد کے گیت اور اس کی ثنا کے ترانے گاتا ہے۔ نہایت
بخشش کرنے والا مہربان ہے، حقیقت ہے جس کو قرآن
پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:-
قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ تعجب ہے
کہ کئی آدمی انبیاء و اولیاء کی محبت اور محبت کے توابع اور لوازمات
کو شرک کہتے ہیں۔ خدا جانے ان لوگوں نے شرک کے کیا معنی سمجھ
لئے ہیں کہ بات بات میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں
کو مشرک بنا دیتے ہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کی
تبعیت میں آپ کی امت کے اولیاء و علماء سے محبت کرنا شرک
ہے تو پھر اللہ تعالےٰ پر اعتراض آتا ہے کہ اس نے اپنے رسولوں
کو کیوں مبعوث فرمایا۔ اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کو
کیوں اپنی فرمانبرداری کہا۔ حقیقت میں ایسے لوگ ضرورتِ
رسالت کے منکر ہو کر ایمان سے بے بہرہ ہو چکے ہیں۔ چشمِ بصیرت
کھو بیٹھے ہیں، پاگلوں کی طرح واہی تباہی باتیں کرتے ہیں۔
ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ایمان دار کو مشرک کہنا
پرلے درجہ کی جہالت و سفاہت ہے۔ ایمان دار سے شرک و کفر
کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایمان دار اللہ کی ولایت میں ہوتا ہے
اور اللہ کی ولایت یہ ہے کہ وہ اس کو تمام اعتقادی ظلمتوں
اور تاریکیوں اور عملی کثافتوں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے
یعنی اس شاہراہ پر اسے چلاتا ہے جو یقیناً موجبِ نجات ہے،
اور جس پر چلنے والا تمام قسم کی شکوک و شبہات سے بچ کر
بہت جلدی منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن
پاک میں ہے :- "اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ" اللہ ہی ان لوگوں کا ولی ہے
جو ایمان لائے۔ ان کو شرک و کفر و بدعت اور علمی و عملی خرابیوں
کی ظلمات اور تاریکیوں سے نورِ (اسلام) کی طرف نکالتا ہے۔
اس سے ثابت ہوا کہ ایمان دار جو حقیقت میں اللہ
کے محب کا امتیازی نام ہے وہ اسلام کے نور میں ہے اور اللہ
اس کا اور وہ اللہ کا ولی (دوست) ہے۔ اللہ کی ولایت اپنے
کام میں اور بندے کی ولایت اپنے کام میں ہر وقت لگی ہوئی
ہے۔ اللہ کی ولایت یعنی اللہ کی محبت جو اس کو اپنے بندے کے
ساتھ ہے، وہ اس کو شرک، کفر، بدعت، وغیرہ سے بچاتی
ہے۔ اور بندے کی ولایت یعنی بندے کی محبت جو اس کو اپنے

اللہ سے ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ اس کی اطاعت و عبادت میں اس کو منہمک کرتی ہے اور جہاں تک اس کا مقدور ہے اس کو اللہ کی نافرمانی سے بھی بچاتی ہے۔

پھر کیسے ممکن ہوا کہ ایک امداد یا رسول اللہ کہنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک کی زیارت کے واسطے اپنے اونٹ پر کجاوہ باندھنے سے یا سفر کرنے سے، آپ کا یوم ولادت منانے سے اور قیام کرنے سے، گیارھویں شریف کا ختم دلانے سے۔ گیارھویں کے ختم کے واسطے بکرا خریدنے اور اس کو پیر کا یا گیارھویں کا بکرا کہنے سے نعوذ باللہ من ذالک مشرک ہوگیا۔

وہ تو مشرک نہیں ہوا، کیونکہ وہ اللہ کا ولی ہے، وہ جو کام کرتا ہے، اللہ کی محبت کے ساتھ کرتا ہے، یا رسول اللہ کہتا ہے اللہ کی محبت کے ساتھ، میلاد شریف کرتا ہے تو اس کی محبت کے ساتھ، پیراں پیر حضرت غوث پاک کی گیارھویں دیتا ہے تو اس کی محبت کے ساتھ۔ بلکہ ایمان داروں کو مشرک کہنے والا خود ہی مشرک ہوگیا، اس لئے ایمان دار کو مشرک یا کافر کہنا کفر ہے۔ :

بقیہ صفحہ ۲۵

عارفاں وادِ ندا در امرِ طلاق | ہر کہ عاشق شو بر داو گشت عاق
این سخن در گوش داری ای جواں | مولوی گفتہ زروئے امتحاں
"ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں | این خیال است و محال است و جنوں"

مثنوی کا خاتمہ اس طرح ہوتا ہے:

یا الٰہی چشم بینائی بدہ
در سرم از عشق سودائی بدہ
آتش افگن در دلم مانندِ طور
شعلہ برخیزد و گردد زنگ دور

نعت شریف

حضرت شمس جماعتی نقشبندی سیالکوٹی

طیبہ کہتے ہیں جسے چشمۂ عرفاں ہے یہی
ادب آموزِ حقیقت کا دبستاں ہے یہی

یادِ احمدؐ کے سوا کوئی نہیں زادِ عمل
راہِ عقبیٰ کے لئے توشہ و ساماں ہے یہی

شبِ معراج یہ تھا آمدِ حضرت پہ خروش
نورِ سبحاں ہے یہی آیتِ یزداں ہے یہی

پہنچا جب عرش پہ مطلوب تو طالب نے کہا
جس کو ملنے کی تمنا تھی وہ مہماں ہے یہی

بھیجئے احمدِ مرسل پہ درود اور سلام
مغفرت کے لئے اک صورتِ آساں ہے یہی

مجھ کو اک بار مدینے میں بلا لیجے حضور!
آرزوئے دل کی یہی ہے میرا ارماں ہے یہی

نظرِ لطف و کرم شمس پہ ہو جائے اگر
مرضِ غم کی شفا درد کا درماں ہے یہی

معدنِ تواریخ

۱۳۸۱ھ

وفاتِ شریف

قدوۃ الاصفیا مولانا الحاج پیر سید محمد حسین شاہ صاحب — انار اللہ برہانہ

۱۳۸۱ھ + ۵۸۰

۶۱ ۶ ۱۹

یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ

(۱۳۸۱ھ)

(۱)

وہ صاحبِ سجادۂ دربار علی پور | دل جن کا ہے آئینۂ انوارِ الٰہی
پردے میں ہیں گو دیدۂ عالم سے بظاہر | ہر لحظہ ہیں مستغرق دیدارِ الٰہی

تاریخِ وصال ان کی ہے اوصاف سے انکے
"کشافِ سرا پردۂ اسرارِ الٰہی"

۱۳۸۱ھ

(۲)

شہ محمد حسین قبلۂ دیں | سید و شیخ و مرشدِ کامل
حاجی و حافظ و خدا آگاہ | ہادیٔ پاک جان و روشن دل
جاں نثارِ رسولِ ہر دو سرا | یعنی اُلفت خمیرِ آب و گِل
رازدانِ رموزِ علمِ لَدُنی | نورِ باطن سے انکی مہر خجل
اک نظر سے صفائے قلبِ سیاہ | اک توجہ سے حل ہر اک مشکل
جیسے خُذ ما صفا اساسِ عمل | یوں ہی دَعْ ما کَدِر بھی عامل
ورع و دیں و شرع و رشد و ہدیٰ | ان کی سیرت میں ہر قدم شامل
فقر و زہد و رضا و عرفاں میں | ان کا قلب اک عیار تھا کامل

مہر و صدق و صفا و جود و سخا | فضل پر ان کے شاہدِ عادل
انجمن میں وجود پاک ان کا | جس طرح ابرِ رحمت بادل
خلوتِ خاص میں توجہ خاص | جیسے ظلمت میں اک مہِ کامل
ان کی صحبت میں وہ سکوں گویا | پائی گم کردہ راہ نے منزل
آگئی جیسے کشتیٔ عصیاں | غرق سے بچ کے تا لبِ ساحل
وہ عدیم النظیر بحرِ کرم | وہ فقید المثال دریا دل
پردہ فرما کے چشمِ عالم سے | رحمتِ خاص میں ہوئے داخل
گرچہ تھا اَنْتَ تَراہ بھی حال | گرچہ تھے زندگی میں بھی واصل

ان کا سالِ وصال بھی ہے یہی
"وصلِ ذاتِ احد ہوا حاصل"

۱۳۸۱ھ

— از —

بندۂ احقر حامد حسن قادری جماعتی

۱۳۸۱ھ

۷۸۶
۹۲

مجموعۂ تواریخ

۱۳۸۱ھ

برائے

مرقد منور مولوی حاجی محمد حسین شاہ صاحب

۱۳ ھ ۸۱

الحاج پیر فرشتہ خصال

۱۹۶۱ء

قطعۂ اول

فکر تاریخ جب ہوئی راشد — آئی آواز بہر سال وصال
نکلی ہے قلب زار سے تاریخ — "قبلۂ سالک و فرشتہ خصال"

۱۹۶۱ء

قطعۂ دوم

دہر سے منہ پھیر کر باصد طرب — جب چلے جنت کو یہ نیکو خصال
واصل حق ہو گئے، پائی مراد — خلد میں حاصل ہوا اوج کمال
فضل خالق سے بصد لطف و کرم — جستجو جب کی پئے سال وصال
روئے ہجری سے ہوا سال وفات — "والہ و شیدائے رب ذوالجلال"

۱۳۸۱ھ

"از مولف تواریخ" : — "از حاجی راشد علی جماعتی راشد بچھرایونی"

۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء

عظمتِ صائم

جناب قمر انصاری دہلوی شجاع آباد کا

بحمد اللہ قمر اُس ماہ کا لیکر پیام آیا ، کہ جس کا لمحہ لمحہ قابلِ صد احترام آیا
علاجِ تشنگی بن کر مئے کوثر کا جام آیا ، بروزِ حشر روزہ صائموں کے خوب کام آیا
مُبارک ہو مُسلمانو! تمہیں ماہِ صیام آیا ، خوشا قسمت کہ اپنے ساتھ لیکر لطفِ عام آیا
کہیں لطفِ رکوع آیا کہیں لطفِ قیام آیا ، کہیں لطفِ سجود آیا کہیں لطفِ سلام آیا
یہ وُہ ماہِ مقدس ہے یہ وہ ماہِ مبارک ہے ، کہ جس ماہِ مبارک میں کلامِ لا کلام آیا
رکھو روزہ پڑھو دل سے نمازِ حق مسلمانو ، یہ فرضِ اولیں اسلام میں ہم سب کے نام آیا
خدا کی خاص رحمت لیکے اپنے پاک دامن میں ، لُٹانے کو بفیضِ حضرتِ خیر الانام آیا
قمر اللہ کی یہ ماہِ اقدس اے مسلمانو! ، غمِ دل کے لئے بنکر مسرت کا پیام آیا

قمر یہ عظمتِ صائم قمر یہ عزتِ صائم
کہ مہمانِ خدا بن کر بہ تزک و احتشام آیا

دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عزیز حاصل پوری (ملتان)

* * *

آثارِ ذوالجلال، دیارِ حبیب میں
انوارِ لایزال، دیارِ حبیب میں

آغازِ ہر مآل، دیارِ حبیب میں
تکمیلِ ہر کمال، دیارِ حبیب میں

آئینۂ مشیتِ پروردگار ہے
ہر فکر و ہر خیال، دیارِ حبیب میں

دنیا کا تجربہ ہے کہ دنیا کے بے ہنر
ہوتے ہیں باکمال، دیارِ حبیب میں

سب کو بقدرِ ظرف عنایت ہے روشنی
ہو بدر یا ہلال، دیارِ حبیب میں

کونین کا جمال نظر آئیگا تجھے
چل، طالبِ جمال، دیارِ حبیب میں

خالِ رخِ حبیب کی تعریف کیا کہوں
سرمست ہے بلال، دیارِ حبیب میں

اللہ! کتنے نظر آتے ہیں تابناک
فطرت کے خد و خال، دیارِ حبیب میں

جب دیکھئے بہار کے موسم کی زندگی
ہے رو بہ اعتدال، دیارِ حبیب میں

ہوتی ہے رحمتوں کی تجلی سے رات دن
آرائشِ جمال، دیارِ حبیب میں

دل کی گرفت میں ہے تمنائے دلِ عزیز
نخچیر ہے، غزال دیارِ حبیب میں

نعتِ شریف

★ شاعرِ ملت سید مختار علی مختار ضیائی اجمیری ★
★ کراچی نمبر ۲ ★

★

دُرِّ یتیم زینتِ بزمِ قدم ہیں آپ ؛ پرتوِ جمالِ ذات کا سر تا قدم ہیں آپ

مہرِ عرب ہیں آپ سپہرِ عجم ہیں آپ ؛ قندیلِ بزمِ عرش چراغِ حرم ہیں آپ

اے حاملِ کلامِ الٰہی خدا گواہ ؛ بزمِ جہاں میں محرمِ لوح و قلم ہیں آپ

ثانی جہاں میں آپ کا ہو یہ تو ہے محال ؛ یکتائے روزگار خدا کی قسم ہیں آپ

اعجاز بھی شانِ نبوت کا ہے حضورؐ ؛ ہو کر قسیمِ رزق جو خالی شکم ہیں آپ

گردش میں اس لئے ہیں یہ مہتاب و آفتاب ؛ صرفِ طوافِ کعبہ جو شاہِ امم ہیں آپ

جس سمت دیکھا آپ نے بس آگئی بہار ؛ جانِ بہار رنگِ ریاضِ ارم ہیں آپ

پابوس آپ کے نہ ہو کیوں فتح و منزلت ؛ نصرت کا لئے ہیں قرآں اٹھائے علم ہیں آپ

جاہ و حشم میں ہاشمی عظمت میں ہو نبی ؛ ہر دو جہاں میں محترم و محتشم ہیں آپ

اک ضد ہماری یہ کہ ہیں عصیاں سے ہمکنار ؛ اک شان یہ کہ مائلِ جود و کرم ہیں آپ

مختارِ کائنات بھی بیکس نواز بھی ؛
محبوبِ کردگار شفیعِ اُمم ہیں آپ

کمسن مجاہد

حضرت قسیم یزدانی
پنوانہ ضلع سیالکوٹ

مسلمانوں کے مکہ سے ہجرت کے بعد بھی کفار بد کردار کی آتشِ بغض وحسد فرو نہ ہو سکی، ان کی قلبی شقاوتیں بدستور جوش زن تھیں اور جذبۂ جنگ وجدل بدستور ان کے پُر اشرار دلوں اور مخزنِ اعناد سینوں میں اُبھر رہا تھا۔ اسلام کے خلاف آلاتِ جنگ تیار کیے جا رہے تھے اور اس نوزائیدہ نہالِ اسلام کو صفحۂ ارض سے ہی مٹا دینے کی پیہم کوششیں جاری تھیں۔

اور ادھر کوئی بات بھی نہ تھی۔ کیونکہ اسلام سِلم سے بنا ہے۔ جس کے معنی صلح بشر دوستی کے ہیں۔ اور وہ مذہب جو جمیع کائنات کے لیے صلح و آشتی کا پیغام لیکر آیا ہو اُسے جنگ وجدل سے کیا نسبت! مگر کفار نابہنجار کی پیہم ایذا رسانیوں اور روز افزوں شرارتوں سے جہاد کی ضرورت پڑ ہی گئی۔ اور ہجومِ باطل کے سامنے کوہِ گراں بن کر ڈٹ جانے والے اور رضائے حق کی خاطر ارشادِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی تعمیل میں بحرِ فنا کی ہلاکت خیز موجوں سے ٹکرا جانے والے مٹھی بھر مسلمان اب خالقِ کائنات کی طرف سے حکمِ جہاد کے منتظر تھے۔ چنانچہ ایک روز جبریل امین علیہ السلام بارگاہِ ربُّ العزت سے اذنِ جہاد لے کر جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ گہر بار میں آ ہی پہنچے اور زمینِ ادب چوم کر عرض کی کہ اے کائناتِ دہر کے ملجا و ماویٰ! خدائے عزّ و جل نے ارشاد فرمایا ہے:- اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۙ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ط (الحج پ ۱۷)

یعنی حکم ہوا ان کو جن سے لوگ لڑتے ہیں اس واسطے کہ اُن پر ظلم ہوا، اور اللہ اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے، وہ جن کو نکالا اُن کے گھروں سے اور اُن کا کچھ دعویٰ نہیں سوا اس کے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے"

اس حکمِ جہاد سے مسلمانوں کے قلوب پُر خلوص میں ولولۂ جہاد اور جذبۂ شہادت جوش زن ہوا اور ثباتِ قدمی کے عہد و پیمان کیے جانے لگے کہ اُنہیں نفوسِ قدسیہ میں سے کسی نے دست بستہ ہو کر عرض کیا:-

"یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! اگر جناب چشمۂ عمران تک بھی پہنچیں گے۔ تو بھی یہ غلام آپ کے ساتھ ہوں گے" کوئی بصد نیاز یوں عرض پرداز ہوتا ہے:-

"ہم بہر حال جناب کے تعمیلِ ارشاد کی خاطر بجان و دل حاضر ہیں۔ اور اگر ؎

نبی کا حکم ہو تو پھاند جائیں ہم سمندر میں
جہاں کو محو کر دیں نعرۂ اللہ اکبر میں

یا رسول اللہ! یہ ؎

قریشِ مکہ کیا چیز ہیں دیووں سے لڑ جائیں
سناں و نیزہ بن کر سینۂ باطل میں گڑ جائیں

ادھر حضرت مقداد رضی اللہ تعالٰی عنہ نہایت عجز و انکسار کا
سے بارگاہِ نبوت میں گزارش کرتے ہیں کہ :-

"اے مختارِ کائنات آقا! ہم وہ نہیں ہیں
جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح جواب
دے دیں گے، کہ اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ
فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ۔

تعالی اللہ! یہ شیوہ ہی نہیں ہے باوفاؤں کا
پیا ہے دودھ ہم لوگوں نے غیرت والی ماؤں کا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر ہمارے ماں باپ قربان،
ہم آپکے دائیں بائیں جنگ و جدال کے لئے حاضر ہیں۔"

چنانچہ اس عہد و پیمان کے بعد محبوبِ ربِ اشجع العرب
علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام جملہ مجاہدین کو قریش مکہ کے ارادہ
سے آگاہ کر کے جنگ کی تیاری کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ مسلمان جو
مطاعِ کل کی جنبشِ لب کے منتظر تھے، اجازت ملتے ہی فوراً راہِ حق
میں تقویتِ اسلام کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگانے کے لئے تیار
ہو جاتے ہیں۔ اس تیاری کے بعد جب مدینہ پاک کے باہر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین کا معائنہ فرماتے ہیں اور دیکھتے
ہیں کہ چند بچے بھی شوقِ جہاد میں نکل آئے ہیں، یہ دیکھ کر آپ
نے بچوں کو واپس کر دیا۔ مگر شجاعت کے دو معصوم پیکر
عفراء کے جگر پارے معاذ اور معوذ رضی اللہ تعالیٰ
عنہما رہ گئے، جو مجاہدین کی صف میں پنجوں کے بل کھڑے ہو کر
اپنے لمبے قد آور اور بہادر ہونے کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

حضور سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں
اس حالت میں دیکھا تو ان کے اس جذبہ شجاعت پر تحسین و آفرین
کی، معصومیت اور کم عمری کی بنا پر انہیں واپس لوٹ جانے کے
لئے ارشاد فرمایا، مگر قربان جاؤں ان پیکرانِ شجاعت پر کیسا
شوق انگیز اور ہمت افزا جواب دیا اور دونوں ننھے مجاہد یک زبان
ہو کر بولے :- یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

ہمنے مانا ہم ہیں بچے عمر میں ہم زیر ہیں
دیکھ لینا دشمنوں کے واسطے ہم شیر ہیں

سپہ سالارِ اعظم رہبرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب
ان بچوں کا شوقِ جہاد اور عزم و استقلال دیکھا، تو انہیں
اذنِ جہاد دے دیتے ہیں۔

چنانچہ یہ مختصر مجاہدین کا لشکر جن کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳)
تھی، میدانِ بدر کی طرف کس نرالے اور البیلے انداز سے چلتا ہے
کہ ہر چہرہ شوقِ شہادت اور ہر دل جوشِ جہاد کا مظہرِ اتم
نظر آتا ہے۔ اس لئے :-

یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

جب حق پرستوں کا یہ مختصر قافلہ میدانِ بدر میں معبودانِ
باطل کے پجاریوں کے سامنے جا کر جلوہ آرا ہوتا ہے تو پھر
کیسا حسین منظر ہوتا ہے، ایک طرف ابوجہل لعین کی قیادت
میں ایک ہزار تیرہ دل سرکشیوں کا لشکر ہے تو دوسری طرف
محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ یوم الدین کی حفاظت
میں تین سو تیرہ روشن ضمیر مجاہدوں کا قافلہ ہے، اُدھر
شیطان کے بندے ادھر رحمان کے بندے ہیں، بلکہ یوں
سمجھئے کہ :-

ادھر مسلم اُدھر مشرک ادھر مومن اُدھر کافر
پدر مسلم پسر مشرک پسر مومن پدر کافر

ایک طرف عشاقِ محبوبِ باری ہیں تو دوسری جانب
معبودانِ باطل کے پجاری۔ گویا حق و باطل کا مقابلہ ہے جن
کا مقصدِ حیات کیا ہے؟ ذرا گلے ہاتھوں وہ بھی سنتے جائیے :-

ادھر اعلائے ایماں کو اُدھر تکذیب کرنے کو
ادھر تعمیر کرنے کو اُدھر تخریب کرنے کو

اُدھر زرہ بکتروں میں ملبوس پہلوان ہیں۔ اُور اِدھر پھٹے پرانے کپڑے زیبِ تن کئے، کمبل پوش آقا کے فاقہ کش غلام، اُدھر نیزہ و سناں، تیر و نشتر کی جھنکار تو اِدھر کھجور کی سٹریوں کی کچ کچ، کیوں کہ ؎

نہ تیغ و تیر پہ تکیہ، نہ خنجر پہ نہ بھالے پر
بھروسہ تھا تو اک سادہ سی کالی کملی والے پر

یعنی اُنہیں لات و ہُبل پر فخر ہے، تو اِنہیں قیادتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حفاظت و اعانتِ خداوندی پر ناز ہے۔

چنانچہ حق و باطل کا ہنگامہ بپا ہے۔ جنگ چھڑ چکی ہے عرصہ کارزار گرم ہے۔ وار پہ وار ہو رہے ہیں۔ اُدھر ابوجہل لعین اپنے سامانِ حرب و ضرب پہ نازاں، مسلمانوں کو کچلنے کی تجویزیں دوڑا رہا ہے۔ اور اپنے دل ہی دل میں اسلام کو مٹا دینے کے خیالی پلاؤ پکا رہا ہے، تو اِدھر غمخوارِ کائنات علیہ التحیات والتسلیمات کے لبہائے مبارک پر تسبیح یابی اور نصرت طلبی کی دعائیں جاری ہیں، اللہ اللہ ؎

سکیمیں اُس طرف سرکار کی ایذا کی ہوتی تھیں
اِدھر چشمانِ احمد عاصیوں کے غم میں روتی تھیں
اُدھر تو یہ ارادہ تھا محمد کو مٹا ڈالیں
اِدھر یہ آرزو دنیا کو دوزخ سے بچا ڈالیں

اور مجاہدینِ اسلام متعدد کفارِ نابکار کو جہنم رسید کر چکے تھے، تو کئی سرفروشانِ اسلام، فدائیانِ مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء، مرتبہ شہادت پا کر جنت الفردوس میں درجاتِ عالیہ سے سرافراز ہو کر پروردگارِ عالم کی آغوشِ رحمت میں جاگزیں ہو چکے ہیں۔ غرضیکہ جنگ زوروں پر ہے، غضب کا معرکہ ہے، بڑے گھمسان کا رن ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں

"میں بھی اس معرکہ میں سرگرم تھا اور دشمنانِ اسلام کی طرف سے پے بہ پے ہونے والے مہلک واروں کو روک کر خود بھی وار پہ وار کر رہا تھا اور میری نگاہیں ابوجہل لعین کے چہرے پر لگی ہوئی تھیں جو ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر اپنے لشکر کی رہنمائی کے ساتھ بھاگنے والوں کو اپنے بازو ہلا ہلا کر واپس بلا کر جنگ کی دعوت دے رہا تھا، میرے دل میں خیال تھا کہ کاش! میں اس لعین دشمنِ دین کے پاس جا کر اس کا سر قلم کر دوں جو بزاتِ ہمارے نہالِ اسلام کو اپنی طاغوتی طاقتوں سے پامال کرنا چاہتا ہے۔ ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ اِدھر اُدھر جو نگاہ ڈالی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے دائیں بائیں شجاعت و استقلال کے دو معصوم پیکر ہاتھوں میں ننھی ننھی تلواریں تھامے کھڑے ہیں جس سے میری تلوار کی کاٹ رک گئی ہے، ہاتھ نہیں چلتا۔ اور وہ بچے، ؎

بہت شائستہ، خوش اطوار، کم عمر و حسین دونوں
فرشتوں کی طرح آئے تھے بالائے زمیں دونوں

مجھے حیرت تھی کہ یہ کیا ہے؟ اور کیوں ہے؟ یعنی ان لڑکوں کا میدانِ جنگ میں کیا کام اور پھر میرے ساتھ ان کو دیکھ کر میرا دل بیٹھ سا گیا کیونکہ جب معرکہ گرم ہو، جنگ شدت اختیار کر چکی ہو تو اس وقت شمشیر زنی کا انحصار یمین و یسار پر ہوتا ہے ؎

کہ تائیدِ دو بازو سے فزوں ہو ہمتِ عالی،

میں اس تفکر انگیز معمّہ کو ابھی حل بھی نہ کر پایا تھا۔ گویا ابھی اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش میں تھا کہ عزم و شجاعت کے ایک پتلے نے میرے

کان کے ساتھ اپنا منہ لگا کر ؎

نہایت راز داری سے نشاں بوجہل کا پوچھا
شباہت اور حلیہ اور موجودہ پتہ پوچھا

معصوم نوجوان کا یہ سوال بہت حیران کن تھا۔ کہاں یہ بچہ اور کہاں قریشی فوج کا وہ گرانڈیل سردار! ابھی اس سوال کا جواب میرے لبوں پہ آنے بھی نہ پایا تھا کہ وہ دوسرا نوجوان بھی اور بچہ

وہی پہلا سوال اس نے بھی پوچھا راز داری سے

اس کے بعد میرے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی اور فرطِ حیرت سے میں نے ان نوجوانوں سے دریافت کیا کہ بھتیجو! تم مجھے پہلے یہ بتاؤ تو سہی کہ تمہیں اس کافر بد انجام، مشرک تیرہ بخت اور عدوئے خدا و مصطفٰے سے کیا کام؟ اس خونریز جنگ میں اس لعین کو پوچھنے کی تمہیں کیا ضرورت محسوس ہوئی، کیونکہ اس وقت تو عجم حفاظت کر رہا ہے گرد اسکے فوج کا دستہ

میرے اس سوال کے جواب میں وہ دونو فرشتہ صورت نوجوان جو اپنے دلوں میں قتل ابوجہل کا عزم جواں لے کر آئے تھے یک زبان ہو کر بولے "چچا جان! کیا ہُوا جو ؎

حفاظت کر رہا ہے گرد اُس کے فوج کا دستہ
مگر یہ دستہ کب تک روکے گا عزرائیل کا رستہ

نعرۂ تکبیر .... اللہُ اکبر
نعرۂ رسالت .... یا رسولَ اللہ

اللہ اللہ! اس شجاعت آموز جواب سے میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، میرے استعجاب و تحیر کا کوئی ٹھکانا نہ رہا، پھر وہ نوجوان بولے "چچا جان! آپ ہمیں پوچھتے ہیں کہ اس لعین سے ہمیں کیا کام ہے تو سنو، ہم بتلائے دیتے ہیں کہ ؎

نہیں ہے اس سے بڑھکر دشمنِ دیں شمنیں کوئی
کوئی زیرِ زمیں ہے اور نہ بالائے زمیں کوئی
قسم کھائی ہے مر جائیں گے یا ماریں گے ناری کو
سُنا ہے گالیاں دیتا ہے وہ محبوبِ باری کو

میں نے شرابِ وحدت کے ان متوالوں اور شمعِ رسالت کے پروانوں کے ہمت و استقلال پر آفرین کہا اور ابوجہل کی نشاندہی کر دی۔ جب ان کو ابوجہل کا پتہ چل گیا، تو دفورِ جوش میں ان مجاہدانِ عرصۂ کفر و ایمان کے چہرے سرخ ہو گئے۔ گالوں سے شہادت کا لہو ٹپکنے لگا۔ اور نہایت ادائے بے نیازی سے ؎

خدا حافظ کہا اور کھینچ لیں دونوں نے شمشیریں
بڑھے یکبارگی کہتے ہوئے پر جوش تکبیریں

میں نے خود بھی ان کے ساتھ اس ارادے میں شمولیت کے لئے کہا، مگر انہوں نے میرے اس کہنے کی بالکل پرواہ نہ کی، اس ارادے پر مطلق کان نہ دھرے۔ اور وہ پیکرانِ وفا اپنی ننھی ننھی تلواریں سونت کر شوقِ شہادت میں سینہ سپر ہو کر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ ابوجہل سیہ رو پر ٹوٹ پڑے اور اسے مار گرایا اور میں دیکھتا ہی رہ گیا۔"

واہ رے ہمت و استقلال! کہ جہاں تلواروں کی جھنکار اور نیزوں کی کھچا کھچ تھی، جہاں تیروں کا مینہ برس رہا تھا وہاں محبوب باری کی اداؤں پر اپنی جانوں کو نچھاور کرنے کے لئے شہباز دل

کا یہ معصوم جوڑا بھی قریشی پہلوانوں سے مقابلہ کرتا اور ان کے پے در پے مہلک واروں سے اپنے آپ کو بچاتا ابوجہل کے پاس جا پہنچا، ابوجہل جو اپنی ولولہ انگیز اور شجاعت آموز تقریروں سے اپنے قریشی پہلوانوں کی ہمت افزائی اور رہنمائی کر رہا تھا۔ ان انصاری نوجوانوں کو اپنے پاس کھڑا دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتا ہے اور ان کے پنجۂ استقلال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ لاکھوں ہاتھ پاؤں مارتا ہے، کبھی اپنے محافظ دستہ کو پکارتا ہے، مگر ؎

بروئے بازوئے تقدیر تدبیریں نہیں چلتیں
جہاں شمشیر چل جاتی ہے تقریریں نہیں چلتیں

کیونکہ یہ دو ننھے مجاہد اس کے لئے موت کا پیام بن کر آئے تھے، اور اس لعین کو آخر ان کے ہاتھوں ہی فی النار ہونا تھا، ابوجہل اپنے بچاؤ کے لئے بڑی ہمت کرتا ہے کبھی نوجوانوں کو دھمکیاں دیتا ہے اور انہیں اپنی تلوار کی چمک دکھا کر ڈراتا ہے، تو کبھی اپنا گھوڑا ان کو روندڈالنے کیلئے آگے بڑھاتا ہے مگر ان شیر دل مجاہدوں نے ان گیدڑ بھبھکیوں کی مطلق پرواہ نہ کی کیونکہ ؎ جو عاشق ہیں وہ اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتے

خدا سے ڈرنے والے موت سے ہرگز نہیں ڈرتے

آخر اپنی حفاظت کے لئے اس کا کوئی حربہ بھی کامیاب نہ ہو سکا اور شہبازوں کا یہ جوڑا کفر و باطل کی اس چلتی پھرتی لاش پر جھپٹ پڑا، اور اپنے نعرۂ تکبیر کے ساتھ ہی دونوں نے یکبارگی ایک ایسا مہلک وار کیا، جس کی کاٹ نے ڈھال کے بھی دو ٹکڑے کر کے رکھ دیئے اور اس لعین دشمن دین کے جسم میں پیوست ہو گئی، اس کے ساتھ ہی گھوڑا بھی لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا، اور اپنی سطوت و تمکنت، امارت و قیادت اور شجاعت و حفاظت کی نمائش کرنے والا ابوجہل خاک و خون میں لتھڑا سسکیاں لینے لگا، ادھر جب قریشی پہلوانوں نے اپنے سردار کو موت کے دروازے پہ دستک دیتے دیکھا تو ان کی آتش انتقام بھڑک اٹھی اور ان ہر دو فرزندان اسلام پر ٹوٹ پڑے،

مگر واہ رے عشق مصطفےٰ! کہ ان کمسن مجاہدوں نے ہمت نہ ہاری اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان سے کافی دور تھا، میں نے لاکھ کوشش کی کہ اس ہجوم کفار کو چیر کر آگے بڑھوں اور اپنے عزیز نوجوانوں تک پہنچ کر اعدائے دین کے پنجۂ استبداد سے ان کو نجات دلاؤں، مگر جب میں تلوار چلاتا لڑتا بھڑتا آگے بڑھتا، تو قریشی فوج کا ریلا مجھے پھر پیچھے دھکیل دیتا اور میری نگاہیں ان پر جمی ہوئی تھیں۔ میں نے جب دیکھا کہ اب قریشی پہلوان عفرا کے ان دو جگر پاروں پر یکبارگی حملہ کر رہے ہیں اور ان نازک اندام نوجوانوں کو تختۂ مشق ستم بنالیا ہے تو فرط محبت اور فرط جوش انتقام میں مجھ سے نہ رہا گیا، اور میرے ساتھ اور کئی بڑے بڑے مجاہدین اسلام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ان کی مدد کے لئے دوڑے، مگر وہ دونوں شیر دل مجاہد نرغۂ کفار میں سینہ سپر تھے، اور کمال استقامت اور جانفشانی کے ساتھ ان کے ہر حملے کا جواب دے رہے تھے، چنانچہ اسی کشمکش میں ایک خندہ رخ نوجوان معوذ رضی اللہ عنہ نے اپنے صلۂ شجاعت کو پاکر جام شہادت نوش فرمالیا،

انا للہ و انا الیہ راجعون، ع ہوا قربان دین مصطفےٰ پر باوفا لڑکا

اور دوسرا پیکر عشق و وفا معاذ تا حال معبودان باطل کے پرستاروں سے نبرد آزما تھا، کہ موقع پا کر پیچھے سے ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے اپنی کفر آلود تلوار سے ایک ایسا وار کیا جس سے معاذ رضی اللہ عنہ کا بائیں کندھے کے پاس سے بازو قلم ہو گیا۔ اور صرف جلد کا تھوڑا سا تسمہ باقی رہ گیا جس سے وہ بایاں بازو لٹک گیا، معاذ رضی اللہ عنہ نے عکرمہ کا تعاقب تو کیا مگر وہ بھاگ گیا، معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو جب تلوار چلانے میں بائیں ہاتھ کے لٹکنے سے رکاوٹ محسوس ہوئی اور زدو کشت میں مخل نظر آیا تو اس کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھ کر ؎

دبا کر زور سے کھینچا تو ٹوٹا ہاتھ کا رشتہ
نہ تھا منظور وحدت کو دوئی کیساتھ کا رشتہ

اب دایاں ہاتھ آزادانہ کفار کے مقابلہ میں مصروف تھا۔ آخر اس...

عظمتِ رمضان

★ شاعرِ انوار الصوفیہ مولانا صابرؔ براری، کراچی ★

قرآں میں رقم ہے رمضاں کی جو خاص فضیلت کیا کہنا
رب اپنا مہینہ اس کو کہے اس ماہ کی عظمت کیا کہنا
آمد سے جو اس کی ہوتی ہے مومن کو مسرت کیا کہنا
شیطاں پہ جو طاری رہتی ہے اس چاند کی ہیبت کیا کہنا
ہے جشنِ چراغاں ہر شب میں ہر شب کی یہ طلعت کیا کہنا
ہے ارض و سما میں شام و سحر جو زیب و زینت کیا کہنا
ابوابِ جہنم بند ہوئے دروازے جناں کے باز ہوئے
رمضاں کی یہ رحمت کیا کہنا، روزوں کی برکت کیا کہنا
اشغال و تراویح و قرآں ہیں جملہ مساجد میں بخدا
محبوبِ خدا کی امت ہے مصروفِ عبادت کیا کہنا
اک فرض ادا جو دل سے کرے ستر کے برابر اجر ملے
ہے فرض کے ہمسر اک سنت رمضاں کی بدولت کیا کہنا
افطار و سحر کے لمحوں میں جو بارشِ رحمت ہوتی ہے
پُر لطف وہ منظر کیا کہنا پُر کیف وہ ساعت کیا کہنا
خلاقِ جہاں کو اے صائم محبوب ہے تیری بوئے دہن
ہے مشک سے افضل یہ خوشبو اللہ رے چاہت کیا کہنا
وہ آخری عشرہ کی اک شب کہتے ہیں جسے ہم قدر کی شب
افضل ہے ہزاروں راتوں سے اس شب کی عبادت کیا کہنا
ہوتی ہے رہائی دوزخ سے اس ماہ میں لاکھوں بندوں کی
ہے امتِ صائم پر رب کی یہ خاص عنایت کیا کہنا
خالق کی عبادت کر ہر دم موقع ہے غنیمت یہ صابرؔ
حاصل ہے تجھے ماہِ رمضاں اے خوبیٔ قسمت کیا کہنا

مندرجہ ذیل احباب نے خریدار عطا فرما کر
رسالہ کی توسیعِ اشاعت میں حصہ لیا، اور
ادارہ کی حوصلہ افزائی فرمائی، ادارہ ان حضرات
کا خلوص قلب سے ممنون ہے

(۱) زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، معین الملت مولانا الحاج پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب، ۱۲ خریدار
(۲) جناب مولانا الحاج صوفی محمد طاہر صاحب مرادآباد (کھارت) ، ۵ خریدار
(۳) جناب مرزا امجد علی صاحب صدیقی آکولہ، برار (انڈیا) ، ۱ خریدار
(۴) نگرانِ اعلیٰ علامہ مولانا الحاج پیر سید اختر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی، ۱۳ خریدار
(۵) جناب فضل کریم صاحب سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ کیمبل پور ، ۱ خریدار
(۶) جناب پروفیسر محمد غفار صاحب پیر محل، ۱ خریدار
(۷) جناب حاجی خالد صاحب قصور ، ۱ خریدار
(۸) عالیجناب خان بہادر صدیق حسن خاں صاحب، لائلپور ، ۱۵ روپے نقد
(۹) جناب خان سخاوت اللہ خاں صاحب کوہاٹ روڈ پشاور ، ۱۰ روپے نقد

(ان ۲۵ روپوں سے ۵ طالب علموں کے نام رسالہ جاری کیا گیا)

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر جو پتہ کی چٹ پر ہے اس کا حوالہ دیا کریں

چشمۂ کوثر

حضرت شاہد انصاری صاحب الٰہ آبادی

★

بلا لو! روضے پہ امیدوار ہم بھی ہیں
شہِ مدینہ! غریب الدیار ہم بھی ہیں

نبی کے دین کی دولت پہ کیوں نہ اترائیں
خدا کے فضل سے سرمایہ دار ہم بھی ہیں

خیالِ گیسوئے اقدس میں نیند آئے اگر
تو پھر کہیں گے کہ شب زندہ دار ہم بھی ہیں

ہوائے گلشنِ طیبہ! ادھر بھی ایک جھلک
فریب خوردۂ حسنِ بہار ہم بھی ہیں

ہٹے نظر سے نہ منظر ہماری قسمت پر
تمہارے جلووں کے امیدوار ہم بھی ہیں

وہ دن نصیب ہو یا رب کہ ہم کہیں رو کر
درِ حضور پہ دیوانہ وار ہم بھی ہیں

پکارتی ہے یہ والیل کی ہوا خواہی
خراب کردۂ زلفِ بہار ہم بھی ہیں

تصوّرات میں دیکھے ہیں چشمۂ کوثر
اگر یہ سچ ہے تو پرہیزگار ہم بھی ہیں

دیارِ شاہ میں تنہا کہیں عنبر نہیں
شریکِ جذبۂ بے اختیار ہم بھی ہیں

بے سبب نہیں انصاری ان کا لطف و کرم
حرم خاص کے کچھ راز دار ہم بھی ہیں

●

زبانِ خلق

جناب راجہ رشید محمود صاحب میانوی

★

ہوئے پیدا شہِ ہر دو جہاں سب لوگ کہتے ہیں
گریں لات و ہبل پر بجلیاں سب لوگ کہتے ہیں

دل و جاں پر ہوئے ہیں پرفشاں سب لوگ کہتے ہیں
محمد مصطفیٰ ہیں جانِ جاں سب لوگ کہتے ہیں

فقیرِ بے نوا کیا ہے، شہنشاہانِ عالم نے
بھری ہیں اس جگہ سے جھولیاں سب لوگ کہتے ہیں

یہیں سے مانگنا پڑتا ہے جو لینا ہے جس جس کو
انہیں کے روبرو دردِ نہاں سب لوگ کہتے ہیں

ہمارے قلب پر داغِ محبت ان کا ثبت ہے
مثل "در دل حساب دوستاں" سب لوگ کہتے ہیں

ملائک، انس و جاں، شجر و حجر، غرضیکہ ہر شے کی
انہی پر جھکیں پیشانیاں سب لوگ کہتے ہیں

حضورِ فخرِ دو عالم ہیں، ہر جا حاضر و ناظر
انہیں کو شاہِ کون و مکاں سب لوگ کہتے ہیں

زہے انوارِ ربانی کہ عالم پر ضیا پاشی
تجلی ریز ہے یہ آستاں سب لوگ کہتے ہیں

صداقت کا، شجاعت کا، عدالت کا، سخاوت کا
محمد ہی کو بحرِ بیکراں سب لوگ کہتے ہیں

یہ نعتِ پاک ہے محمود، تو کیا ہے اگر اس جا پر
رہے اقبال و رومی بے زباں سب لوگ کہتے ہیں

●

ماہنامہ انوار الصوفیہ کے متعلق علامۃ الاعلام مجاہد ملت فخر اہلِ سنت، قدوۃ العلماء حضرت مولانا الحاج شاہ محمد عبد الحامد قادری بدایونی دامت برکاتہم العالیہ کے تاثرات

•

حجۃ الکاملین، زبدۃ العارفین حضرت امیرِ ملت شیخِ طریقت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علیپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ اقدس سے کون واقف نہیں، حضرت کی ذاتِ گرامی سے نسبتِ خصوصی رکھنے والا ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور ضلع لاہور سے نکلتا ہے۔ میں نے چند پرچے دیکھے بلاشبہ یہ ماہنامہ اپنے بلند پایہ مضامین، ترتیب و طباعت کے لحاظ سے ایک معیاری قسم کا پرچہ ہے۔ اگر اہلِ قلم مصنفین و شعرائے کرام اس کی اعانت کرتے رہے اور ہمارے سرمایہ دار اس دینی پرچے کی اشاعت میں امداد فرمائیں تو بلاشبہ اس پرچہ کا اعلیٰ پرچوں میں شمار ہو سکتا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد ان شاء اللہ اس کی توسیعِ اشاعت کے لئے کوشش کی جائے گی۔

(فقیر محمد عبد الحامد بدایونی)

•

گزارش

ہم نے ماہِ رجب سے قبل مخیر حضرات کی خدمت میں عرض کی تھی کہ اپنی زکوٰۃ سے دینی مدارس کے غریب طلبہ کے نام

جن کے خطوط اور درخواستیں دفتر ماہنامہ انوار الصوفیہ میں رسالہ جاری کرانے کے لئے آئی ہوئی ہیں، رسالہ جاری کرائیں۔ مگر افسوس! ہمارے یارانِ طریقت میں سے سوائے تین شخصوں کے اس طرف کسی نے توجہ نہیں فرمائی حالانکہ ہماری جماعت جماعتیہ میں ایسے اشخاص کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اگر ایک ایک مخیر دس دس غریب پڑھنے والوں کے نام ہر سال صرف اپنی زکوٰۃ سے رسالہ جاری کرا دے تو رسالہ کی اشاعت قابلِ اعتماد حد تک پہنچ سکتی ہے۔ جن گرامی قدر احباب اور بزرگوں نے اس سلسلہ میں رقوم ارسال فرمائی ہیں۔ اور جو رسالہ کے ممد و معاون ثابت ہوئے ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

- جناب مکرم و محترم خان بہادر صدیق حسن خاں صاحب نبگہ ڈپٹی کمشنر صاحب، لائل پور ۱۵/- روپے
- مکرم و محترم خان سخاوت والا خاں صاحب کورٹ روڈ لپشاور ۱۰/- روپے

ان دو بزرگوں کے مرسلہ مبلغات سے پانچ غریب طلبہ کے نام رسالہ جاری کیا گیا ہے۔ پندرہ درخواستیں ابھی باقی ہیں انتظار ہے کہ ان کے نام کس صاحب کو رسالہ جاری کرانے کی توفیق ملتی ہے۔ (گوہر)

•

چک ۲۶۰ وجلانہ ضلع جھنگ میں عظیم الشان جلسہ

مورخہ ۵، ۶، ۷ دسمبر جمعہ، ہفتہ، اتوار کو چک ۲۶۰

دجلانہ میں انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، فخر المحدثین حضرت مولانا الحاج سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب محدث علی پوری رضی اللہ عنہ کے جہلم شریف کی تقریب پر بصدارت زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین مولانا الحاج شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ صاحب سجادہ نشین ثانی علی پوری مدظلہ العالی ایک عظیم الشان جلسہ ہوا، جو برلت صدر الشریعت حضرت مولانا الحاج علامہ پیر سید اختر حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی نے پہلے اجلاس میں نماز کے فضائل اور اس کی اہمیت، اور دوسرے تیسرے اجلاس میں مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ کی حدیث شریف پڑھ کر ولایت مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ پر فاضلانہ، اور نہایت ہی مؤثر و مدلل وعظ فرمایا اور ثابت کیا کہ حقیقت میں جن کے گلے میں آپ کی ولایت کا ربقہ پڑا ہوا ہے وہ ہم اہل السنت والجماعت ہیں۔ جو کوئی اس کا خلاف ثابت کرے اس کو میں ایک ہزار روپیہ نقد انعام دوں گا۔ آپ کے علاوہ جناب مولانا صاحبزادہ پیر افضل حسین شاہ صاحب نے توبہ کے موضوع پر عالمانہ تقریر فرمائی جس سے سامعین نہایت محظوظ ہوئے حضرت مولانا الحاج صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب گجراتی نے فضائل اولیاء پر نہایت سیر حاصل تبصرہ فرمایا، مولانا احمد نواز صاحب اور ایڈیٹر انوار الصوفیہ غلام رسول گوہر نے بھی تقاریر کیں، جناب علی محمد صاحب جالندھری اور جناب گلغر وشن صاحب وزیر آبادی اور جناب رشید احمد صاحب لائل پوری اور دیگر متعدد نعت خوانوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالیہ میں ہدیہ نعت پیش کیا، اتوار کے روز آخری اجلاس میں اس علاقہ کے لوگوں نے درخواست کی کہ یہ جلسہ ہمیشہ ہوا کرے۔ حضرت مولانا الحاج علامہ سید اختر حسین شاہ صاحب نے ایک سو روپیہ عطا فرماتے ہوئے اعلان فرمایا کہ میں ہر سال اس جلسہ کے لئے ایک صد روپیہ دیا کروں گا۔ حضرت مولانا الحاج پیر بشیر حسین شاہ صاحب نے پچاس روپے اور حضرت پیر نذر حسین شاہ صاحب نے بیس روپیہ اور پیر افضل حسین صاحب نے پندرہ روپے عطا فرمائے۔ اور وہاں انجمن خدام الصوفیہ کی بنیاد رکھی گئی جس کے زیر اہتمام اس علاقہ میں ایک دینی مدرسہ قائم کرنے کی تجویز ہے، جو ان شاء اللہ آئندہ سال تک معرض وجود میں آجائیگا۔

●

راولپنڈی میں حلقہ ہائے ذکر

راولپنڈی میں حلقۂ ذکر کسی خاص مکان پر مقرر نہیں بلکہ باری باری ہر ایک اپنے گھر پر کراتا ہے۔ سب سے پہلے ختم شریف خواجگان، پھر ختم شریف مجددیہ اور معصومیہ علی الترتیب پڑھا جاتا ہے۔ پھر حلقۂ ذکر کرنے کے بعد نعت خوانی اور سلام پڑھ کر تبرک تقسیم کیا جاتا ہے۔ شہر کے اکثر یاران طریقت مقام دعوت پر وقت کی پابندی کے ساتھ پہنچ جاتے ہیں (فرحت علی نقشبندی جماعتی)

●

قصور میں عرس

میاں نبی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ماہ نومبر میں زیر صدارت زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین مولانا الحاج، معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی منعقد ہوا۔ ظہر کی نماز کے بعد تا نماز عصر میاں صاحب کی قبر پر ختم قرآن شریف اور نعت خوانی ہوئی پھر سلام پڑھ کر حضرت ممدوح الصدر نے دعا مانگی اور حاضرین میں تبرک تقسیم کیا گیا۔ بعد ازاں مغرب کی نماز کے بعد میاں صاحب کے مکان پر وعظ اور نعت خوانی ہوئی پھر سلام پڑھ کر دعا مانگی

گئی اور جملہ حاضرین کو کھانا کھلایا گیا۔

•

لاہور میں حضرت امیر ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس شریف

لاہور راوی روڈ، زیر اہتمام حضرت مولانا الحاج غلام جیلانی صاحب خلیفہ مجاز حضرت امیر ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مورخہ ۱۲-۱۳-۱۴ ا ، بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار سہ روزہ، عظیم الشان عرس ہوا۔ صدارت کے لئے اعلیٰ حضرت زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین، شمس الملت، مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب سجادہ نشین علی پوری مدظلہم العالی کی تشریف آوری کی توقع تھی، مگر افسوس آپ بوجہ کسی خاص امر مانع کے علاقہ جھنگ سے تشریف نہ لا سکے، آپ کی بجائے آپ کے ارشاد سے آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا الحاج پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب تقریباً ۴ بجے علی پور شریف سے اجلاس ختم ہونے کے بعد تشریف لائے۔ آخری اجلاس میں بروز اتوار صبح ۸ بجے سے قریباً ۳ بجے تک متعدد علماء کرام نے وعظ فرمایا اور نعت خوانوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں نعتیں پڑھیں۔

•

قصور میں سالانہ عرس شریف

قصور کوٹ عثمان خاں مسجد میاں کالا مرحوم میں زیر صدارت زبدۃ العارفین، قدوۃ السالکین مولانا الحاج پیر سید بشیر حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی حضرت امیر ملت محدث علی پوری، رضی اللہ عنہ کا سالانہ عرس شریف ہوا۔ عشاء کی نماز کے بعد خاکسار گوہر نے صحبت صادقین پر مختصر تقریر کی اور پھر مقرر شیریں بیاں حضرت مولانا محمد شریف صاحب نوری نے اولیاء اللہ کے عرس کے جواز و استحباب پر کتاب و سنت کی روشنی میں نہایت مؤثر تقریر فرمائی؛ بعد ازاں حاجی محمد دین صاحب اور جناب صابر صاحب اور صوفی محمد اسماعیل صاحب کے علاوہ دیگر نعت خواں حضرات نے نعتیں سنائیں، قریباً ۱۲ بجے حضرت مولانا الحاج صدر مجلس نے حضرت امیر ملت رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ پر نہایت ولولہ انگیز تقریباً ایک گھنٹہ تبصرہ فرمایا، پھر سلام و قیام پڑھ کر قرآن مجید کے کئی ختموں کا اور دیگر وظائف کا ایصال ثواب کیا، اور یہ مبارک مجلس ۲ بجے رات بخیر و خوبی برخاست ہوئی۔

•

ورود مسعود بمقام جتوئی تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ

قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، معین ملت، حضرت مولانا الحاج حافظ پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہ علی پوری بمقام جتوئی تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ میں بموقع سالانہ عرس شریف دفعدار گلشیر خاں صاحب نے حضرت صاحبزادہ قبلہ الحاج سید حیدر حسین شاہ صاحب کی خدمت اقدس میں، قصبہ جتوئی میں تشریف آوری کی درخواست کی تھی۔ اس وقت سرکار والا شان نے وعدہ فرمایا تھا کہ ہم آئیں گے، حسب وعدہ ۱۲/۱/۶۱ کو جتوئی تشریف فرما ہوئے جو اے آمدنت باعث آبادی ما، اور جملہ تشنہ ناکام محبت کی اپنے فیض و کرم سے خوب سیرابی فرمائی اللہ تعالیٰ آپ جیسے بزرگوں کا تا قیامت ہم غلاموں کے سر پر سایہ عاطفت قائم رکھے آمین ثم آمین۔

اسی قصبہ میں یہ فقیر راقم الحروف الحاج میاں نور محمد نور خالدی بھی تقریباً ایک سال سے مقیم ہے۔ چونکہ مجھ کو جناب کی آمد کی کسی نے اطلاع نہیں دی تھی اس لئے بوقت آمد حاضر نہ ہوا رات کو ۲ بجے بھائی قدوس نے آن کر جگایا کہ حضرت صاحب تشریف لائے ہیں۔ اسی وقت فوراً حاضر خدمت ہو کر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا، ۵ بجے سرکار نے واپسی کی تیاری کر دی اور ۶ بجے صبح موٹر اڈے پر تشریف لے آئے۔ اس لئے مجھ کو کوئی

وقت خدمت کا نہ مل سکا۔ جملہ خادمان نے بہت عرض کیا کہ ایک دو یوم قیام فرمائیں، ارشاد فرمایا کہ فرصت نہیں ہے۔ ماہ شعبان میں سرکارِ دو عالم کے دربارِ عالی وقار میں مدینہ منورہ حاضر ہونا ہے۔ چونکہ سرکار کا عذر معقول تھا۔ اس لئے زیادہ اصرار کرنا بھی مناسب نہ سمجھا گیا۔ ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر نہ دیدم و بہار آخر شد

بوقتِ الوداع برجستہ ایک مصرع میرے منہ سے نکل گیا۔ ع

"یہ بھی ہے کوئی آنا، کہ آ کر چلے گئے"

جس کو حضرت صاحب نے بہت پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اسی مصرعہ پر ہماری آمد کے متعلق لکھنا۔ چنانچہ اسی مصرعہ پر چند اشعار موزوں کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں ؎

دل میں وہ سوزِ عشق لگا کر چلے گئے!
ہم دل جلوں کو اور جلا کر چلے گئے!

یہ بھی ہے کوئی آنا کہ آ کر چلے گئے
دل میں وہ اور آگ لگا کر چلے گئے

ہم تشنہ کام سیر بھی ہونے نہ پائے تھے
الفت کا ایک جام پلا کر چلے گئے

کی رہروانِ منزلِ الفت نے رہبری
بھٹکے ہوؤں کو راہ بتا کر چلے گئے

دیوانگانِ عشق کو دی وہ شرابِ عشق
تنے نہ ہوش ایسی پلا کر چلے گئے

فرمایا تھا کہ آئیں گے اک دن جتوئی ہم
وہ آئے اور وعدہ وفا کر چلے گئے

ہم کو گلے لگا کے تسلی تو دے گئے
اپنوں کو آج اپنا بنا کر چلے گئے

یہ بھی مقام شکر ہے وہ آئے تو سہی
کیا کم شرف ہے جلوہ دکھا کر چلے گئے

معقول عذر تھا کہ مدینے کو جائیں گے
عشق نبی کا شرح سنا کر چلے گئے

کیا مجھ کو تابِ حسن تجلی نہیں رہی
یہ کیا کیا کہ ہوش اڑا کر چلے گئے

میں عاشقانِ در پر کا منہ دیکھتا رہا
وہ آئے اور جلوہ دکھا کر چلے گئے

میں اور ہوں کہ در پہ کھڑا ہوں بعجز و نیاز
وہ اور تھے جو پردہ اٹھا کر چلے گئے

اس طرح کوئے یار میں بنتی ہے زندگی
ہستی کو انکے در پہ مٹا کر چلے گئے

دنیا میں اپنی اتنی ہے رودادِ زندگی،
گلشن میں آئے سیر کو آ کر چلے گئے

آ ہوش میں یہ بیخودی اچھی نہیں ہے نور
خوابیدہ زندگی تھی جگا کر چلے گئے

(فقیر الحاج نور محمد نور غالدی، شاعرِ آستانۂ مرشد علی لیدی از جتوئی)

●

رپورٹ تعمیر رباط جماعت منزل مدینہ منورہ نومبر ۱۹۶۱ء

۱۴۔ نومبر کو جب نیاز مند مدینہ منورہ سے علی پور شریف کے لئے روانہ ہوا تو، اوپر کی منزل کی جانب قبلہ (یعنی جنوب) کے کمروں کی صف پر چھت بچھایا جا رہا تھا، دو ٹن لوہا قیمتی ایک ہزار تین سو ریال اور ایک سو بوری سیمنٹ تمام صف کا چھت پایۂ تکمیل کو پہنچنے درکار تھے، علاوہ مستری اور مزدوروں کی دو ہفتہ کی اجرت کے تخمیناً پانچسو ریال، بدست نیاز مند فقط ایک ہزار چھ سو ریال تھے جو ناظر (متولی) حضرت المحترم مولانا علاؤ الدین الیکری کی خدمت میں پیش کر کے نیاز مند عازمِ پاکستان ہوا، اس کے بعد نہ ہندوستان سے نہ پاکستان سے کوئی رقم مدینہ منورہ میں پہنچی، اور کام یقیناً معطل ہوگا۔ اور پوری صف پہ مکمل چھت

نہیں ڈالا گیا ہوگا۔ سات سو ریال کی لکڑی جو خریدی ہوئی موجود ہے بڑھئی کو بوجہ روپیہ نہ ہونے کے کام پر نہیں لگایا گیا، جہاں پر دکانوں اور اوپر کی منزل کے چودہ کمروں، تین غسل خانوں، چار طہارت خانوں کے دروازے و دریچے اور چھت کے نیچے کے تمام روشندان اور دکانوں کے چار دروازے ابھی تیار ہونا باقی ہیں اور تمام عمارت یعنی دونوں منزلوں کا پلاسٹر کرنا بھی باقی ہے۔ تخمینہ ہے کہ تیس ہزار روپیہ کام مکمل ہونے کے لئے درکار ہے۔ یہ عمارت سہ منزلہ بنائے جانے کی شروع سے تجویز تھی مگر اب حضرت حجۃ برکت علامہ سید اختر حسین شاہ صاحب مدظلہم العالی نے حکم فرمایا ہے کہ دو منزل پر کام ختم ہو جانا چاہیئے کیونکہ جب حضرت غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اسم اقدس پر وقف رباط فقط دو منزلہ ہے تو اس رباط پر فوقیت حاصل کرنا مناسب نہیں۔

علی پور شریف میں جلسہ دستار بندی و فاتحہ جہلم کے موقعہ پر نہایت چھوٹی چھوٹی رقوم کا چندہ دے جملہ چار ہزار روپیہ کا ہوا۔ مزید چندہ کی از حد ضرورت ہے۔

(خادم جماعت منزل، بخشی مصطفیٰ علی خاں مہاجر مدینہ منورہ حال وارد کراچی پاکستان، برائے علاج چشم یکم دسمبر ۱۹۶۱ء)

●

راہیسوٗار محلہ مسجد چرخ میں ختم شریف

اعلیٰ حضرت سراج الملت سجادہ نشین قدس سرہٗ کی فاتحہ سوم مسجد چرخ میں ۲۲۔ اکتوبر کو ہوئی جس میں قرآن پاک کے کئی ختم ہوئے اور کلمہ طیبہ سوا لاکھ دفعہ چنوں پر پڑھا گیا۔ بعد ازاں شمولیت یارانِ طریقت احقر کے مکان پر ختم خواجگان پڑھا گیا اور حلقہ ذکر ہوا اس کے بعد شیرینی اور پھلوں اور چائے پر قل شریف ہوا۔ ۲۲۔ نومبر کو چہلم شریف کی فاتحہ غریب خانہ پر ہوئی، صبح بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی اور ختم خواجگان و حلقہ ذکر ہوا، اس کے بعد نعت خوانی اور طعام پر قل شریف ہوا۔ بعد ازاں حاضرین کو طعام لنگر سے کھلایا گیا، مقامی یارانِ طریقت کے علاوہ مراد آباد سے اخی محترم حضرت الحاج حافظ محمد طاہر صاحب قبلہ و صوفی عبد السلام صاحب نقشبندی جماعتی اور جناب حافظ عبد القیوم صاحب اور سکریم پور سے جناب حاجی حافظ تصدق حسین صاحب تشریف لائے، سب یارانِ طریقت نے مل کر تمام چیزوں کا ایصالِ ثواب کیا۔

(محمد ضیاء الدین نقشبندی)

●

ماہنامہ "انوار الصوفیہ" کی مندرجہ ذیل ایجنسیاں قائم کی گئی ہیں

ماہ بماہ رسالہ پڑھنے کے خواہش مند حضرات اپنے شہر کی ایجنسی سے خرید کر پڑھیں:-

کراچی میں: بولٹن مارکیٹ، بولٹن بک سٹال کراچی، ریلوے بک سٹال کراچی سٹی
سردار نیوز ایجنسی ڈرگ روڈ کالونی کراچی، ریلوے بک سٹال کراچی کینٹ اسٹیشن
موڈرن بک سٹال ایمپریس مارکیٹ صدر کراچی، شمع بک سٹال جمشید روڈ ۳ کراچی ۵
ستارہ بک سٹال اینڈ لائبریری لس بیلہ ہاؤس کراچی ۵

لائلپور میں خوشنما بک سٹال چوک گھنٹہ گھر، لائلپور۔

کلیر سیداں ضلع راولپنڈی میں حضرت مولانا قاضی محمد ارشاد الٰہی صاحب سے حاصل کریں۔

نوٹ:- ہر شہر میں ایجنٹ حضرات کی ضرورت ہے جلد خط و کتابت کریں کمیشن معقول ہوگا۔

آستانہ عالیہ علی پور شریف

میں ہر طرح خیریت ہے عالی جناب شمس الملت سجادہ نشین ثانی مدظلہ العالی علاقہ جھنگ کی طرف رونق افروز ہیں علامۂ زماں مولانا الحاج پیر سید اختر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی و معین الملت مولانا الحاج پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی و دیگر صاحبزادگان ذی شان علی پور شریف ہیں۔ البتہ وقت حضرت قبلہ پیر جی صاحب کی طبیعت ایک عرصہ سے ناساز ہے اور کمزوری دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ جملہ یارانِ طریقت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائیں آمین

رمضان شریف میں

مسجد نور میں جناب صاحبزادہ مولانا سید افضل حسین شاہ صاحب قرآن مجید سنائیں گے۔

بھارت کے خریدار

اپنا چندہ سالانہ مبلغ ۵/- روپے الحاج مولانا صوفی حافظ محمد طاہر صاحب کی خدمت میں اس پتہ پر ارسال کریں:-
محلہ تمباکو والا۔ مراد آباد (بھارت)

(رشید احمد کاتب قصور)

Regd. No. L. 7478

The Monthly
ANWAR-US-SOOFIA